احمدی نوجوانوں کیلئے

ماہنامہ

مدیر

منصور احمد نور الدین

جون 2004ء

خلافت جوبلی علم انعامی خدام برائے سال 03-2002
حاصل کرنیوالی مجلس لطیف آباد (حیدر آباد) کے قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی
سے علم انعامی لیتے ہوئے

مقابلہ بین الاضلاع برائے سال 03-2002
اول آنیوالے ضلع سیالکوٹ کے قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی
سے انعام لیتے ہوئے

مقابلہ بین العلاقہ برائے سال 03-2002
اول آنیوالے علاقہ لاہور کے قائد صاحب
مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ وامیر مقامی
سے انعام لیتے ہوئے

محترم صدر صاحب کا پیغام مجلس خدام الاحمدیہ کے نام

پیارے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"میں نے جیسے پہلے بھی کہا ہے کہ بعض لوگ صرف باتوں کا مزا لینے کے لئے ایسی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں۔ شروع میں صرف سن رہے ہوتے ہیں اور ہنسی ٹھٹھے کی باتوں پر ہنس رہے ہوتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ عادت پڑ جاتی ہے ایسی باتوں کی اور خود بھی ایسی باتوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ تو نوجوانوں کو خاص طور پر اس سے بچنا چاہئے۔ شروع میں ہی، بچپن سے ہی اطفال میں بھی اور خدام میں بھی یہ عادت ڈالیں کہ کسی کی برائی نہیں کرنی"۔

(خطبہ جمعہ 26 دسمبر 2003ء الفضل انٹرنیشنل 20، 26 فروری 2004ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کی روشنی میں خدام و اطفال اپنی مجالس میں ایسی باتوں سے اجتناب کی کوشش کریں۔

والسلام

خاکسار

سید محمود احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ خالد

جون 2004ء
احسان 1383ہش

جلد 51
شمارہ نمبر 6

monthlykhalid52@yahoo.com

اس شمارے میں

اداریہ	مدیر کے قلم سے	2
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اخلاق فاضلہ	مکرم لئیق احمد ناصر صاحب	3
ہجوم مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا طریق (نظم)	کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام	6
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حلم، حوصلہ اور بردباری	مکرم مظفر احمد شہزاد صاحب	7
قرآن مجید کی سورتیں۔ تعارف	ادارہ	11
آؤ آگے بڑھو (نظم)	مکرم اللہ بخش تسنیم صاحب	14
"شیخ عجم" حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب	مکرم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم	15
مجلس عرفان۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ	ادارہ	23
غزل	احمد فراز	28
حضرت سعد بن الربیعؓ	مکرم اعزاز احمد زبیر صاحب	29
روداد سفر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ایک سفر کی روداد	مرسلہ: مکرم وقار احمد صاحب	31
اپنے بچے کی مدد کریں	مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب	35
الکاسبُ حبیبُ اللہِ	مرسلہ: مہتمم صاحب صنعت و تجارت	37
دھیان چند	مکرم قیصر محمود صاحب	39
پڑیے گر بیمار	مرسلہ: مکرم کاشف عمران صاحب	41
عطیہ خون	مکرم ڈاکٹر نوید احمد صاحب	45

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر ٹائٹل ڈیزائننگ: شیخ خالد محمود پانی پتی پبلشر: قمر احمد محمود مینیجر: عزیز احمد پرنٹر: سلطان احمد ڈوگر

مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی قیمت ۱۰ روپے ۔۔۔۔ سالانہ ۱۰۰

PH: +92 4524 212349- 212685 FAX: +92 4524 213091

اداریہ

صفائی - محبت الٰہی کا ذریعہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَھِّرِیۡنَ (البقرہ۔۲۲۳)
اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اس وقت اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے جب توبہ اور استغفار سے اپنی باطنی صفائی کا بھی ظاہری صفائی کے ساتھ اہتمام کرے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ر اپریل ۲۰۰۴ء میں ہمیں نصیحت فرمائی:۔

''ہم میں سے ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد ہم اپنی ظاہری اور باطنی صفائی کی طرف خاص توجہ دیں تا کہ ہماری روح اور جسم ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی محبت کو جذب کرنے والی ہو''۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے اس خطبہ جمعہ میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے استدلال کرتے ہوئے صفائی اور نظافت کے حوالہ سے درج ذیل باتوں پر عمل پیرا ہونے کی نصیحت فرمائی جن میں سے چند ایک خلاصۃً درج ہیں۔

- احمدیوں کو اپنے اپنے ماحول میں صفائی کے اعلیٰ معیار پر قائم ہونا چاہیے۔
- ہمیں اپنے ماحول کے ساتھ ساتھ گھروں کو بھی صاف رکھنا چاہیے۔
- سڑکوں اور راستوں کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔
- بیوت الذکر کو صاف رکھنا چاہیے۔
- ہر احمدی کو اپنا لباس صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔ لباس کی صفائی کے ساتھ ساتھ جسم کی صفائی کا خیال رکھنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کرنا، پانی سے ناک صاف کرنا، ناخن کٹوانا، انگلیوں کے پورے صاف رکھنا، زیر ناف بال لینا، بغلوں کے بال لینا اور استنجاء کرنا انسانی فطرت کی بنیادی باتوں میں سے قرار دیا ہے۔
- ربوہ جو احمدی آبادی ہے اس میں ایک صاف ستھرا اور سرسبز ماحول نظر آنا چاہیے۔
- اہالیان ربوہ کو گھروں کے سامنے نالیوں کی صفائی اور مناسب جگہ کوڑا کرکٹ پھینکنے کا انتظام کرنا چاہیے۔
- خدام الاحمدیہ کو وقار عمل کے ذریعہ جماعتی عمارات کی صفائی اور پودے لگانے کا انتظام کرنا چاہیے۔

آیئے ہم عہد کریں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ان ہدایات پر عمل کر کے ہم خدا کے محبوب بندے بننے کے لئے کمر ہمت کس لیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آمین

•••••••

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اخلاق فاضلہ

(مکرم لئیق احمد ناصر صاحب۔ کھاریاں)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''سب سے اکمل نمونہ اور نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو جمیع اخلاق میں کامل تھے۔ اسی لئے آپ کی شان میں فرمایا: انک لعلی خلق عظیم (القلم: ۵)

ایک وقت ہے کہ آپ فصاحت بیانی سے ایک گروہ کو تصویر کی صورت حیران کر رہے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ تیر و تلوار کے میدان میں بڑھ کر شجاعت دکھاتے ہیں۔ سخاوت پر آتے ہیں، تو سونے کے پہاڑ بخشتے ہیں۔ حلم میں اپنی شان دکھاتے ہیں، تو واجب القتل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے نظیر اور کامل نمونہ ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا ہے۔ اس کی مثال ایک بڑے عظیم الشان درخت کی ہے۔ جس کے سایہ میں بیٹھ کر انسان اس کے ہر جزو سے اپنی ضرورتوں کو پورا کر لے۔ اس کا پھل، اس کا پھول اور اس کی چھال، اس کے پتے، غرضیکہ ہر چیز مفید ہو۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم الشان درخت کی مثال ہیں۔ جس کا سایہ ایسا ہے کہ کروڑہا مخلوق اس میں مرغی کے پروں کی طرح آرام اور پناہ لیتی ہے۔ لڑائی میں سب سے بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا تھا، کیونکہ آپ بڑے خطرناک مقام میں ہوتے تھے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے۔ اُحد میں دیکھو تلواروں پر تلواریں پڑتی ہیں۔ ایسی گھمسان کی جنگ ہو رہی ہے کہ صحابہؓ برداشت نہیں کر سکتے، مگر ہر مرد میدان سینہ سپر ہو کر لڑ رہا ہے۔ اس میں صحابہ کا قصور نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا، بلکہ اس میں بھید یہ تھا کہ تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا نمونہ دکھایا جاوے۔ ایک موقع پر تلوار پر تلوار پڑتی تھی اور آپ نبوت کا دعویٰ کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ میں ہوں۔ کہتے ہیں حضرت کی پیشانی پر ستر زخم لگے مگر زخم خفیف تھے، یہ خلق عظیم تھا۔

ایک وقت آتا ہے کہ آپ کے پاس اس قدر بھیڑ بکریاں تھیں کہ قیصر و کسریٰ کے پاس بھی نہ ہوں۔ آپ نے وہ سب ایک سائل کو بخش دیں۔ اب اگر پاس نہ ہوتا، تو کیا بخشتے۔ اگر حکومت کا رنگ نہ ہوتا تو یہ کیونکر ثابت ہوتا کہ آپ واجب القتل کفارِ مکہ کو باوجود مقدرتِ انتقام کے بخش سکتے ہیں۔ جنہوں نے صحابہ کرامؓ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمان عورتوں کو سخت سے سخت اذیتیں اور تکلیفیں دی تھیں۔ جب وہ سامنے آئے تو آپ نے فرمایا۔ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ (یوسف: ۹۳) میں نے آج تم کو بخش دیا۔ اگر ایسا موقع نہ ملتا تو ایسے اخلاق فاضلہ حضورؐ کے کیونکر ظاہر ہوتے۔ یہ شان آپ کی اور صرف آپ کی ہی تھی۔ کوئی ایسا خلق بتلاؤ جو آپ میں نہ ہو اور پھر بدرجۂ غایت کامل طور پر نہ ہو''۔

(ملفوظات جلد اوّل۔ صفحہ ۸۵،۸۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم اور پھر اُس کے مطابق آپ کا عمل، کے موضوع پر کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔ آپ کے اخلاقی معجزات کا ذکر کرتے ہوئے یہاں تک بیان فرمایا ہے کہ کئی لوگ آپ کی اخلاقی تعلیم اور اُس پر عمل کو دیکھ کر اسلام قبول کر لیا کرتے تھے۔ آیئے آپ کی اخلاقی تعلیم کے کچھ واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنتے ہیں۔ فرمایا:

''حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ ایک درخت کے نیچے سوئے پڑے تھے کہ ناگاہ ایک شور و پکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنگلی اعرابی تلوار کھینچ کر خود حضور پر آ پڑا ہے۔ اس نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بتا، اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے پورے اطمینان اور سچی سکینت سے جو حاصل تھی فرمایا کہ اللہ۔ آپ کا یہ فرمانا عام انسانوں کی طرح نہ تھا۔ اللہ جو خدا تعالیٰ کا ایک ذاتی اسم ہے اور جو تمام جمیع صفات کاملہ کا مستجمع ہے۔ ایسے طور پر آپؐ کے منہ سے نکلا اور دل پر ہی جا کر ٹھہرا۔ کہتے ہیں کہ اسم اعظم یہی ہے اور اس میں بڑی بڑی برکات ہیں، لیکن جس کو وہ اللہ یاد ہی نہ ہو، وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ الغرض ایسے طور پر اللہ کا لفظ آپؐ کے منہ سے نکلا کہ اس پر رعب طاری ہو گیا اور ہاتھ کانپ گیا۔ تلوار گر پڑی۔ حضرتؐ نے وہی تلوار اٹھا کر کہا کہ اب بتلا۔ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ وہ ضعیف القلب جنگلی کس کا نام لے سکتا تھا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا اور کہا۔ جا تجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ مروّت اور شجاعت مجھ سے سیکھ۔ اس اخلاقی معجزہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا''۔ (ملفوظات جلد ا صفحہ ۶۳)

''دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسے کئی ایک نمونے پائے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں نے محض آپؐ کے اخلاقی کمال کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مشرک عیسائی مہمان آیا۔ صحابہ اس کو اپنا مہمان بنانا چاہتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں یہ میرا مہمان ہے اس کا کھانا میں لاؤں گا۔ چنانچہ اس مشرک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاں مہمان رکھا اور اس کی بہت خاطر تواضع کی اور عمدہ عمدہ کھانے اس کو کھلائے اور عمدہ مکان اور اچھا بستر اس کو رات بسر کرنے کے واسطے دیا مگر وہ بوجہ کھانا زیادہ کھا جانے کے بدہضمی کی وجہ سے رات بھر اسی کوٹھڑی میں رفع حاجت کرتا رہا۔ مکان اور بستر خراب کر دیا۔ صبح منہ اندھیرے ہی شرم کے مارے اٹھ کر چلا گیا مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاش کی اور وہ نہ ملا تو بہت ہی افسوس کیا اور کپڑے جو نجاست سے آلودہ ہو گئے تھے خود اپنے دست مبارک سے صاف کر رہے تھے کہ وہ اتنے میں واپس آ گیا کیونکہ وہ اپنی ایک بیش قیمت صلیب بھول گیا تھا۔ اس کو آتے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اس سے کوئی اظہار رنج نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس کی مدارات اور خاطر کی اور اس کی صلیب نکال کر اس کو دے دی۔ وہ شخص اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گیا''۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۵۰۲)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی کوئی مذاق کی

بات فرمایا کرتے تھے اور بچوں کو بہلانے کے لئے اس کو روا سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ایک بڑھیا عورت نے آپؐ سے دریافت کیا کہ حضرت کیا مَیں بھی جنت میں جاؤں گی؟ فرمایا نہیں۔ وہ بڑھیا یہ سن کر رونے لگی۔ فرمایا۔ روتی کیوں ہے؟ بہشت میں جوان داخل ہوں گے۔ بوڑھے نہیں ہوں گے یعنی اس وقت سب جوان ہوں گے۔

اس طرح سے فرمایا کہ: ایک صحابی کی داڑھ میں درد تھا۔ وہ چھوہارا کھاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوہارا نہ کھا کیونکہ تیری داڑھ میں درد ہے۔ اس نے کہا کہ میں دوسری داڑھ سے کھاتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ:

ایک بچہ کے ہاتھ سے ایک جانور جس کو حمیر کہتے ہیں چھوٹ گیا۔ وہ بچہ رونے لگا۔ اس بچہ کا نام عمیر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عُمیرُ! مَافَعَلَتُ بِکَ حُمیرُ؟ اے عمیر حمیر نے کیا کیا؟ لڑکے کو قافیہ پسند آ گیا۔ اس لئے چپ ہو گیا"۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۹،۱۰)

"ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکے کا باپ جنگ میں شہید ہو گیا۔ جب لڑائی سے واپس آئے تو لڑکے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرا باپ کہاں ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو گود میں اُٹھا لیا اور کہا کہ مَیں تیرا باپ ہوں"۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۳۰۴)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے گھر میں آ کر پوچھا کہ ہمارے گھر میں کیا ہے؟ عائشہؓ نے دو اشرفیاں نکال کر دیں اور کہا کہ یہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر رکھ لیں اور کہا کہ کیا حال ہے اس نبی کا جو پیچھے دو اشرفیاں چھوڑ جائے۔ اور پھر اسی وقت تقسیم کر دیں"۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۳۰۷)

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپ کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ آپ نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا اور خوف کھاتا تھا مگر جب وہ قریب آیا تو آپ نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں اور ایک بڑھیا کا فرزند ہوں"۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۵۴۸)

***

یادیں

وہ دن وہ زمانے بیت گئے
جو ساتھ تمہارے گذرے تھے
جب کوئی نہ تھا اور پاس تھے تم
اب کوئی نہیں اور تم بھی نہیں
وہ باتیں خواب و خیال ہوئیں
اب دل کی نگری خالی ہے
اب سوچ کی نگری خالی ہے
ہم نگری نگری گھوم لئے
ہم گلی گلی میں گھوم لئے
تم جیسا کوئی نہیں پایا
اب یادیں ہیں میرا سرمایا

(احمد صدیق قمر عباسی)

ہجومِ مشکلات سے نجات حاصل کرنیکا طریق

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام)

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھکو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

بار گاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا بس مالک ارض سما کے سامنے

چاہیے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

(درثمین)

سیرت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

حلم، حوصلہ اور بردباری

(مظفر احمد شہزاد۔ محمود آباد اسٹیٹ۔ ضلع میر پور خاص)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت طیبہ کے ایک نمایاں اور روشن پہلو "حلم و حوصلہ اور بردباری" کے چند واقعات پیش ہیں۔

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

"محبوب رائیوں والے مکان کا واقعہ ہے۔ ایک جلسہ میں جہاں تک مجھے یاد ہے ایک برہمو لیڈر (غالباً انباش موزمدار بابو تھے) حضرت سے کچھ استفسار کر رہے تھے۔ اور حضرت جواب دیتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بدزبان مخالف آیا۔ اور اس نے حضرت کے بالمقابل نہایت دل آزار اور گندے حملے کئے۔ وہ نظارہ میرے اس وقت بھی سامنے ہے۔ آپ منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے جیسا کہ اکثر آپ کا معمول تھا کہ پگڑی کے شملہ کا ایک حصہ منہ پر رکھ کر یا بعض اوقات صرف ہاتھ رکھ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ خاموش بیٹھے رہے اور وہ شور پشت بکتا رہا۔ آپ اس طرح پر مست اور مگن بیٹھے تھے۔ کہ گویا کچھ ہو نہیں رہا۔ یا کوئی نہایت ہی شیریں مقال گفتگو کر رہا ہے۔ برہمو لیڈر نے اسے منع کرنا چاہا۔ مگر اس نے پرواہ نہ کی۔ حضرت نے ان کو فرمایا کہ آپ اسے کچھ نہ کہیں کہنے دیجئے۔ آخر وہ خود ہی بکواس کر کے تھک گیا۔ اور اٹھ کر چلا گیا۔ برہمو لیڈر بے حد متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ یہ آپ کا بہت بڑا اخلاقی معجزہ ہے اس وقت حضور اسے چپ کرا سکتے تھے۔ اپنے مکان سے نکال سکتے تھے۔ اور بکواس کرنے پر آپ کے ایک ادنیٰ اشارہ سے اس کی زبان کاٹی جا سکتی تھی۔ مگر آپ نے اپنے کامل حلم اور ضبط نفس کا عملی ثبوت دیا"۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۴۴۳)

"گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں"

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی روایت ہے کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بالمشافہ زبانی گندے حملے ہی نہ ہوتے تھے۔ اور آپ کی جان پر اس طرح کے بازاری حملوں پر ہی اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کے فتووں اور منصوبوں پر پھر اس کے لئے کوششوں کو ہی کافی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اخبارات اور خطوط میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ اور پھر اسی پر بس نہیں ایسے خطوط عموماً بیرنگ آپ کو بھیج دیئے جاتے تھے۔ خدا کا برگزیدہ ان خطوط کو ڈاک کا محصول اپنی گرہ سے ادا کر کے لیتا تھا۔ اور جب کھولتا تھا۔ تو ان میں اوّل سے لے کر آخر تک گندی اور فحش گالیوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ آپ ان پر سے گذر جاتے اور ان شریروں اور شوخ چشموں کے لئے دعا کر کے ان کے خطوط ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے"۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۴۶۲)

ایک خوبصورت واقعہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی روایت ہے:۔

"ایک دفعہ کا ایک ذکر ہے کہ محمود چار برس کا تھا حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا پہلے کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مصروف ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودات راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق عبارت کو ملانے کے لئے کسی گذشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش۔ اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے۔ آخر ایک بچہ بول اُٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے عورتیں اور بچے اور گھر کے سب افراد پریشان ہیں مگر آپ نے کسی خفگی یا رنج کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ مسکرا کر صرف اتنا کہا:- "خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہوگی اور اب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ ۲۳)

"رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے"

حضرت عرفانی صاحب بیان فرماتے ہیں:-

۱۳ فروری ۱۹۰۳ء کو ایک ڈاکٹر صاحب لکھنؤ سے تشریف لائے۔ بقول ان کے وہ بغدادی الاصل تھے۔ اور عرصہ سے لکھنؤ میں مقیم تھے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ چند احباب نے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بغرض دریافت حال بھیجا ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کچھ سوال و جواب کا سلسلہ شروع کیا۔ ان کے بیان میں شوخی، استہزاء اور بے باکی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی کچھ بھی پروانہ کی۔ اور ان کی باتوں کا جواب دیتے تھے۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۴۵۱)

"آپ دینی سائل کو خواہ کیسا ہی بے باکی سے بات چیت کرے اور گفتگو بھی آپ کے دعویٰ کے متعلق ہو۔ بڑی نرمی سے جواب دیتے اور تحمل سے کوشش کرتے کہ آپ کا مطلب سمجھ جائے۔ ایک روز ایک ہندوستانی جس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ اور اپنے تئیں جہاں گرد اور سرد و گرم زمانہ دیدہ وچشیدہ ظاہر کرتا تھا۔ ہماری (بیت) میں آیا۔ اور حضرت سے آپ کے دعویٰ کے نسبت بڑی گستاخی سے باب کلام وا کیا۔ اور تھوڑی گفتگو کے بعد کئی دفعہ کہا آپ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں اور میں نے ایسے مکار بہت دیکھے ہیں۔ اور میں تو ایسے کئی بغل میں دبائے پھرتا ہوں۔ غرض ایسے ہی بے باکانہ الفاظ کہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا بڑے سکون سے سنا کئے۔ اور پھر بڑی نرمی سے اپنی نوبت پر کلام شروع کیا۔ کسی کا کلام کیسا ہی بیہودہ اور بے موقعہ ہو اور کسی کا کوئی مضمون نظم میں یا نثر میں کیسا ہی بے ربط اور غیر موزوں ہو۔ آپ سننے کے وقت یا بعد خلوت میں کبھی نفرت اور ملامت کا اظہار نہیں کیا۔ بسا اوقات بعض سامعین اس دلخراش لغو کلام سے گھبرا کر اُٹھ گئے ہیں اور آپس میں نفریں کے طور پر کانا پھوسی کی ہے۔ اور مجلس کے برخاست ہونے کے بعد تو ہر ایک نے اپنے اپنے حوصلے اور ارمان بھی نکالے ہیں۔ مگر مظہر خدا حلیم اور شاکر ذات نے کبھی بھی ایسا کوئی اشارہ کنایہ نہیں کیا"۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ ۴۵)

حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی فرماتے ہیں:-

''حضرت کے حضور بعض اوقات ایسے لوگ پیش ہوئے ہیں جنہوں نے نہایت شوخی اور بے باکی سے گفتگو کی۔ اور ایسی باتیں کہیں۔ جو آپ کو اور حاضرین کو جوش دلا سکتی تھیں۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ حاضرین میں سے کوئی برداشت نہ کر سکا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت حوصلہ اور صبر کے ساتھ سنتے اور جب جواب دینے لگتے تو اس میں محبت اور ہمدردی کے جذبات، شرافت و متانت، عالی ہمتی اور خود ضبطی کی تاثیرات نمایاں ہوتی تھیں۔ خود اس گستاخ اور بے ادب معترض اور مخالف کو بھی شرم آ جاتی تھی''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۴۵۰)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں:-''میں نے دیکھا ہے کہ حضرت اقدس نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہیں یہاں تک کہ عربی زبان میں بے مثل فصیح کتابیں لکھ رہے ہیں۔ اور پاس ہنگامہ قیامت برپا ہے۔ بے تمیز بچے اور سادہ عورتیں جھگڑ رہی ہیں چیخ رہی ہیں۔ چلا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض آپس میں دست و گریباں ہو رہی ہیں۔ اور پوری زنانہ کرتوتیں کر رہی ہیں۔ مگر حضرت یوں لکھے جا رہے ہیں۔ اور کام میں یوں مستغرق ہیں کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں۔ یہ ساری لانظیر اور عظیم الشان کتابیں عربی، اردو، فارسی کی ایسے ہی مکانوں میں لکھی ہیں۔ میں نے ایک دفعہ پوچھا۔ اتنے شور میں حضور کو لکھنے میں یا سوچنے میں ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی۔ مسکرا کر فرمایا۔ میں سنتا ہی نہیں تشویش کیا ہو۔ اور کیونکر ہو''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ ۲۳)

حضور علیہ السلام کا حلم و حوصلہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں:-

''حضرت کا حوصلہ اور حلم یہ ہے کہ میں نے سینکڑوں مرتبہ دیکھا ہے آپ اوپر دالان میں تنہا بیٹھے لکھ رہے ہیں یا فکر کر رہے ہیں اور آپ کی قدیمی عادت ہے کہ دروازے بند کر کے بیٹھا کرتے ہیں ایک لڑکے نے زور سے دستک بھی دی اور منہ سے بھی کہا ہے ابا بوا کھول آپ وہیں اٹھے ہیں اور دروازہ کھولا ہے کم عقل بچہ اندر گھسا ہے اور ادھر ادھر جھانک کر الٹے پاؤں نکل گیا ہے۔ حضرت نے پھر معمولاً دروازہ بند کر لیا ہے۔ دو ہی منٹ گذرے ہوں گے جو پھر موجود اور زور زور سے دھکے دے رہے ہیں۔ اور چلا رہے ہیں۔ ابا بوا کھول آپ پھر بڑے اطمینان سے اور جمعیت سے اُٹھے ہیں اور دروازہ کھول دیا ہے بچہ اب کے دفعہ بھی اندر نہیں گھستا اور سر ہی اندر کر کے اور کچھ منہ میں بڑبڑا کے پھر الٹا بھاگ جاتا ہے۔ حضرت بڑے ہشاش بشاش بڑے استقلال سے دروازہ بند کر کے اپنے نازک اور ضروری کام میں بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی پانچ منٹ گذرے ہیں تو پھر موجود اور پھر وہی گرما گرمی اور شورا شوری کہ ابا بوا کھول اور آپ اٹھ کر اسی وقار اور سکون سے دروازہ کھول دیتے ہیں اور منہ سے ایک حرف تک نہیں نکالتے کہ تو کیوں آتا اور کیا چاہتا ہے آخر تیرا مطلب کیا ہے جو بار بار ستاتا اور کام میں حرج ڈالتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ گنا کوئی بیس دفعہ ایسا کیا اور ان ساری دفعات میں ایک دفعہ بھی حضرت کے منہ سے زجر اور توبیخ کا کلمہ نہیں نکلا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ ۳۵)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بیماری اور بیماری کے بعد آپ کے حلم وحوصلہ کا نمونہ یوں بیان فرمایا ”ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ کو سخت دردسر ہو رہا تھا۔ اور میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا اور پاس حد سے زیادہ شوروغل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی۔ فرمایا ہاں اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے۔ فرمایا آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں میں تو کہہ نہیں سکتا۔ بڑی بڑی سخت بیماریوں میں آپ الگ ایک کوٹھڑی میں پڑے ہیں اور ایسے خاموش پڑے ہیں کہ گویا مزہ میں سو رہے ہیں۔ کسی کا گلہ نہیں کہ تو نے ہمیں کیوں نہیں پوچھا اور تو نے ہمیں پانی نہیں دیا اور تو نے ہماری خدمت نہیں کی“۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ ۲۵)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ہی کی روایت ہے کہ

”جن دنوں امرتسر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا۔ اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ حضرت اس دن جس کی شام کا واقعہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں معمولاً سردرد سے بیمار ہو گئے تھے۔ شام کو جب مشتاقان زیارت ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے۔ حضرت مجمع میں تشریف لائے۔ منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بناء پر بیماری کی تکلیف کی نسبت پوچھنا شروع کیا اور کہا آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے۔ آپ کو چاہئے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں۔ اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لئے ہر روز تیار ہونی چاہیے۔ حضرت نے فرمایا ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے۔ مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں۔ اس پر ہمارے پرانے مؤحد خوش اخلاق، نرم طبع مولوی عبداللہ غزنوی کے مرید منشی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں۔ اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام خاص میں کوئی سرمو فرق آ جائے۔ ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں۔ میں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اس وقت خوش ہوا اس لئے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب آقا کے حق میں تھی۔ اور میں خود فرط محبت سے اسی سوچ بچار میں رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لئے ہونی چاہیے۔ اور ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بدل ما یتحلل نہیں ہوسکتا۔ اس بناء پر میں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا مؤید پایا اور بے سوچے سمجھے (درحقیقت ان دنوں الٰہیات میں میری معرفت ہنوز بہت سا درس چاہتی تھی) بوڑھے صوفی اور عبداللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ کار کی تائید میں بول اٹھا۔ کہ ہاں حضرت! منشی صاحب درست فرماتے ہیں۔ حضور کو بھی چاہیے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا۔ ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہیے“۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب صفحہ ۱۸، ۱۹)

****

قرآن مجید کی سورتیں ــــ تعارف

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے عظیم کارناموں میں سے ایک کارنامہ قرآن مجید کا ترجمہ بھی ہے۔ آپ نے بڑی محنت سے سارے قرآن مجید کا نہایت عمدہ ترجمہ کیا، اس کے مشکل مقامات کا حل پیش فرمایااور ترجمے کے ساتھ ساتھ آپ نے تمام سورتوں کاتعارف بھی پیش فرمایا۔ اس تعارف میں پوری سورت کے مضامین کا خلاصہ، اس کی خاص خاص باتیں اور پہلی سورت کا اگلی سورت کے ساتھ تعلق بیان فرمایا۔حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ترجمہ قرآن کے بارے میں فرمایا:

”میں نے ترجمہ قرآن عربی گرامر کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کرتیار کیا ہے...... میں نے بھی ترجمہ سیکھنے کیلئے دعائیں کی ہیں۔ میری تعلیم القرآن کلاس میری زندگی کا ماحصل ہے۔ پس ترجمہ قرآن سیکھنے کیلئے اس سے فائدہ اٹھائیں“

قارئین کے استفادے کے لئے ’ماہنامہ خالد‘ کے صفحات میں ان سورتوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

ا۔الفاتحہ

یہ سورت ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی تھی۔ بعض مستند روایات کے مطابق یہ مدینہ میں دوبارہ نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی سات آیات ہیں۔

یہ سورت قرآن کریم کے جملہ مضامین کا خلاصہ ہے۔ اسی لئے احادیث میں اس کا ایک نام ام الکتاب بھی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نام مذکور ہیں مثلاً فاتحۃ الکتاب، الصلوٰۃ، الحمد، ام القرآن، السبع المثانی، الشفاء، الکنز وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر اس سورت کی تفسیر کا علم دیا۔ چنانچہ حضورؑ نے خاص طور پر اس سورت کی تفسیر عربی زبان میں رقم فرمائی۔

۲۔البقرۃ

یہ سورت مدنی دور کے پہلے اور دوسرے سال میں نازل ہوئی تھی۔ بسم اللہ سمیت اس کی دوسوستاسی آیات ہیں۔ اس سورت کی ابتداء ہی میں اللہ تعالیٰ، وحی والہام اور آخرت پر ایمان جیسے بنیادی عقائد کا ذکر ہے۔ سورۃ فاتحہ میں انعام یافتہ، مغضوب علیھم اور ضالین تین گروہوں کا ذکر کیا گیا تھا۔ سورۃ البقرۃ میں انعام یافتہ گروہ کا ذکر کرنے کے بعد مغضوب علیھم گروہ کے بدعقائد، بداعمال اور فسق وفجور کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

یہ سورت ایک حیرت انگیز معجزہ ہے جس نے ابتدائے آفرینش کے ذکر سے لے کر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر تک مختلف انبیاء کے واقعات پیش

فرمائے ہیں اور قیامت تک کے لئے اسلام کو جو خطرات درپیش ہیں، اُن کی بھی نشاندہی فرمائی ہے۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے بعد مختلف عظیم مذاہب کے رسولوں کا ذکر موجود ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔

اس سورت کو پڑھتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا شریعت مکمل نازل ہوگئی ہے اور کوئی پہلو بھی اسلامی شریعت کا ایسا نظر نہیں آتا جو باقی رہ گیا ہو۔ اگرچہ بعد کی سورتوں میں کچھ اور پہلو بھی ملتے ہیں مگر اپنی ذات میں یہ سورت ہر مضمون پر حاوی نظر آتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک چوٹی کا حصہ ہوتا ہے اور قرآن کا چوٹی کا حصہ سورۃ البقرۃ ہے۔ اس میں ایک ایسی آیت ہے جو قرآن کی سب آیات کی سردار ہے اور وہ آیت الکرسی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی شان ہے کہ آپ کو یہ سورت عطا فرمائی گئی۔ اس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مسائل بھی مذکور ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان دعاؤں کا خصوصیت سے ذکر ہے جو بیت اللہ کی تعمیر نو کے وقت انہوں نے کیں۔

اسی صورت میں میثاق کا بھی ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ باندھا تھا اور جسے انہوں نے اپنی بدقسمتی سے توڑ دیا اور پھر یہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

اس سورت کے آخر پر ایک ایسی آیت ہے جس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی دعاؤں کا خلاصہ بھی اس میں آ گیا ہے اور گویا دعاؤں کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ عطا کر دیا گیا ہے۔

۳۔ آل عمران

یہ سورت مدینہ میں ہجرت کے تیسرے سال نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی دوسو ایک آیات ہیں۔ اس میں سورت فاتحہ میں مذکور تیسرے گروہ ضالین کا خصوصیت سے ذکر ہے اور اس پہلو سے عیسائیت کے آغاز، حضرت مریم کی پیدائش اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعجازی پیدائش کا ذکر ملتا ہے۔ اس سورت میں حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو غیر معمولی حسن و احسان کا سلوک تھا اور جس طرح اللہ تعالیٰ غیب سے اُنہیں رزق عطا فرماتا تھا اس کا بھی ذکر ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں پاک اولاد کی جو غیر معمولی خواہش پیدا ہوئی وہ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزگی پر غور کے نتیجہ ہی میں عطا ہوئی۔

اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کا بھی اس رنگ میں ذکر ہے کہ بائبل پڑھ کر انسان کو جو غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں ان سب کا ردّ قرآن کریم نے معجزات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرما دیا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبعی وفات کا بھی ذکر موجود ہے۔

اس سورت میں یہود کے میثاق کے مقابل پر میثاق النبیین کا ذکر ملتا ہے جو سب نبیوں سے لیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمہارے بعد اللہ تعالیٰ کے ایسے رسول پیدا ہوں جو تمہاری نیک تعلیمات کی تصدیق کرنے والے اور ان پر عمل

کرنے والے ہوں تو لازم ہے کہ تمہاری قوم اُن کی مدد کرے اور یہ میثاق وہ ہے جس کا سورۃ الاحزاب میں بھی ذکر ہے اور یہ کہ خود حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی میثاق لیا گیا تھا۔

اس سورت میں اَور امور کے علاوہ مالی قربانی کا فلسفہ بھی بیان ہوا ہے کہ جب تک تم خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ کرو جس سے تمہاری محبت ہو اور جو بہترین دکھائی دے اُس وقت تک تمہاری قربانی قبول نہیں ہو سکتی۔

اس سورت میں بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعجازی فتح کا بھی ذکر ہے جس کے بعد اسلام کی عظیم الشان فتوحات کا دور شروع ہوتا ہے اور اُحد کا بھی ذکر ہے کہ کس طرح حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کی یاد تازہ کرتے ہوئے صحابہ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑا۔

۴۔ النساء

یہ سورت ہجرت کے تیسرے اور پانچویں سال کے درمیان نازل ہوئی۔ بسم اللہ سمیت اس کی ایک سو ستتر آیات ہیں۔

اس سورت کا آغاز ایک ایسی آیت سے ہوتا ہے جس میں نفسِ واحدہ سے انسانی پیدائش کے معجزانہ آغاز کا ذکر ملتا ہے۔ گویا لفظ آدم کی ایک اور تفسیر پیش فرمائی گئی ہے۔

اس سورت کا اس سے پہلی سورت کے اختتام سے گہرا تعلق ہے۔ گزشتہ سورت کے اختتام پر صبر کی تعلیم کے علاوہ یہ تعلیم دی گئی تھی کہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین بھی کرتے رہو اور اپنی سرحدوں کی بھی حفاظت کرو۔ یہاں سورۃ النساء میں دشمن کے ساتھ ہولناک جنگوں کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں کثرت سے عورتیں بیوہ اور بچے یتیم رہ جائیں گے۔ جنگوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی مشکلات اور بیواؤں اور یتیموں کے حقوق کے تعلق میں اس کا ایک حل ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں پیش فرمایا گیا ہے بشرطیکہ مومن انصاف پر قائم رہ سکے۔ اگر انصاف پر قائم نہیں رہ سکتا تو صرف ایک شادی پر ہی اکتفا کرنی ہوگی۔

اس سورت میں اسلامی نظام وراثت کے بنیادی اصول اور ان کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

اسی سورت میں یہودیت اور عیسائیت کے باہمی رشتے کا ذکر اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ جب یہود نے اپنے سب عہدوں کو توڑ دیا اور سخت دل ہوگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرنے کی اُن کی کوشش کو ناکام و نامراد فرما دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان تمام الزامات سے بری ہونا ثابت فرمایا جو آپ پر اور آپ کی پاکدامن والدہ پر یہود کی طرف سے لگائے گئے تھے۔

اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کا بھی ذکر ملتا ہے اور یہ پیشگوئی مذکور ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی فریق بھی ایسا نہیں رہے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور آپؑ کی طبعی وفات پر ایمان نہ لے آیا ہو۔ یہ پیشگوئی افغانستان کے رستے کشمیر میں آپ کی ہجرت کے ذریعہ من وعن پوری ہوگئی۔ (باقی اگلے شمارے میں)

آؤ آگے بڑھو آؤ آگے بڑھو

آگئے ہیں دن اب فتح (دین حق) کے　　دوستو دن نہیں ہیں یہ آرام کے
تم نہیں ہو اگر احمدی نام کے　　کام سے اب نہ شرماؤ آگے بڑھو
آؤ آگے بڑھو آؤ آگے بڑھو

اب تو منزل تمہاری قریب آگئی　　روشنی حق کی ہر سمت ہے چھا گئی
دیکھ کر روح باطل کی گھبرا گئی　　راہ میں اب نہ ستاؤ آگے بڑھو
آؤ آگے بڑھو آؤ آگے بڑھو

سست ہونے نہ پائے قدم دیکھنا　　ساتھ والوں کو بھی دمبدم دیکھنا
جھکنے پائے نہ حق کا علم دیکھنا　　سرد سینوں کو گرماؤ آگے بڑھو
آؤ آگے بڑھو آؤ آگے بڑھو

سائے تاریکیوں کے سمٹنے لگے　　پردے آنکھوں سے غفلت کے ہٹنے لگے
رستے سالوں کے ہفتوں میں کٹنے لگے　　ہر طرف پھیلتے جاؤ آگے بڑھو
آؤ آگے بڑھو آؤ آگے بڑھو

رنگ پیدا کرو ایسا اخیار کا　　دیتے جاؤ ہر اک کو سبق پیار کا
دھار کر روپ ابر گہر بار کا　　تم برستے چلے جاؤ آگے بڑھو
آؤ آگے بڑھو آؤ آگے بڑھو

سر مرا گیت سن سن کے دھنتے چلو　　خار زاروں سے تم پھول چنتے چلو
دے اگر کوئی گالی تو سنتے چلو　　میل دل پر نہ تم لاؤ آگے بڑھو

(مکرم اللہ بخش تسنیم صاحب)

قسط دھم

”شیخ عجم“ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب

(محترم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم)

سید احمد نور صاحب کی کابل سے روانگی

سردار عبدالرحمٰن جان صاحب اور ان کی والدہ محترمہ نے سید احمد نور صاحب کو سفر خرچ کے طور پر کچھ رقم دی۔ انہوں نے بازار جا کر ایک خچر کرایہ پر لی اور خوست روانہ ہوئے۔ جب ایک منزل طے کی تو دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو قید کر کے کابل لے جایا جا رہا ہے۔ مستورات اور بچے بھی ساتھ تھے۔ سید احمد نور جب ان کے پاس سے گزرے تو محافظ سپاہیوں نے ان کی خچر چھین لی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کی ضرورت کے لئے استعمال میں لے آئے۔ ان کے متعلق سرکاری حکم یہ تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو راستہ میں بیگار کے طور پر حاصل کر لی جائے۔

سید احمد نور نے مصلحتاً حضرت شہید مرحوم کے کسی عزیز یا رشتہ دار سے کوئی بات نہیں کی۔ راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد انہوں نے ملا میرو صاحب کو دیکھا جو مولوی عبدالستار خان صاحب معروف بہ بزرگ صاحب کے بھائی تھے۔ وہ قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ پر آ رہے تھے۔ سید احمد نور نے ان کو اشارہ سے بلایا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت اور ان کی تدفین اور قبر کے متعلق بتایا اور یہ کہا کہ قبر کا مقام سردار عبدالرحمٰن جان سے دریافت کر لیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کو اس وقت تک آپ کی شہادت کا علم نہیں ہوا تھا۔ ملا میرو صاحب اپنی محبت اور اخلاص میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کے ساتھ ہو لئے تھے ورنہ ان کی گرفتاری کا کوئی حکم نہ تھا۔

سید احمد نور پیدل اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ شمخیل (ہاشم خیل) میں رات گزاری صبح علی خیل آئے جہاں چھاؤنی تھی اور مقامی حاکم سردار عطا محمد خان رہتا تھا۔ اسے سردار عبدالرحمٰن جان کا خط دکھایا اور پھر اپنے گاؤں میں آ گئے۔

پندرہ بیس دن کے بعد انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو بتایا کہ وہ اب قادیان جائیں گے پھر خدا معلوم کب واپس آئیں یا نہ آسکیں۔ آپ کی والدہ محترمہ اور بھائی سید صاحب نور صاحب ساتھ جانے کو آمادہ ہو گئے۔ گاؤں کے نمبردار کو پتہ لگا تو اس نے حاکم سردار عطا محمد خان کو اطلاع کر دی کہ یہ شخص اپنے رشتہ داروں سمیت قادیان جا رہا ہے اور بے دین ہو جائے گا۔ ظاہر یہ کرتا ہے کہ حج کرنے کو جاتا ہے یہ ہمارے گاؤں کے معزز لوگوں میں سے ہیں ان لوگوں کے جانے سے ہمارا گاؤں اجڑ جائے گا۔ حاکم نے کچھ سپاہی گرفتاری کے لئے بھجوائے اس وقت سید صاحب نور گھر پر نہیں تھے۔ سپاہی سید احمد نور اور ان کے چچا سید نور محمد کو گرفتار کر کے لے گئے۔ سردار عطا محمد خان کو چونکہ سید احمد نور صاحب سردار عبدالرحمٰن جان کا خط دکھا چکے تھے اس لئے اس نے ان کو گرفتار تو کر لیا لیکن کوئی سختی ان پر نہیں کی گئی۔ حاکم نے سید محمد نور صاحب سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ میرا ارادہ تو کہیں جانے کا نہیں میرے متعلق کسی نے جھوٹی رپورٹ کردی ہے۔ سید احمد نور صاحب نے بھی حاکم سے کہا کہ میرے چچا کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ رپورٹ تو میرے بارہ میں کی گئی ہے اس لئے میرے چچا کو چھوڑ دیا جائے۔ اس پر حاکم نے سید محمد نور صاحب کو رہا کردیا۔

پھر حاکم نے سید احمد نور سے کہا کہ ان کے بارہ میں اسے اطلاع دی گئی ہے کہ وہ حج کو جارہے ہیں حالانکہ حج کو نہیں بلکہ قادیان جارہے ہیں اور اس طرح ان کا تمام خاندان قادیانی ہو جائے گا۔ حاکم کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس امر کی رپورٹ کسی نے کابل میں کردی تو اس پر بھی سختی ہوگی۔ سید احمد نور نے حاکم سے کہا کہ اگر وہ حج کو جاتے تو جائیداد فروخت کرتے یا روپیہ حاصل کرنے کے لئے کوئی اور صورت کرتے یہ درست نہیں، وہ حج کو نہیں جارہے اور نہ ان کے پاس حج کے سفر کے اخراجات کے لئے کوئی رقم ہے۔ اس بات کا حاکم پر اچھا اثر پڑا اور اس نے سید احمد نور کو بیٹھنے کو کہا اور انہیں چند روز علی خیل میں نظر بند رکھا۔ کچھ آدمی آکر انہیں ملے اور کہا کہ ہم تمہارے ضامن بننے کے لئے تیار ہیں تا کہ انہیں رہائی مل جائے۔ سید احمد نور نے انہیں کہا کہ وہ ان کے ضامن نہ بنیں کیونکہ ان کا تو پختہ ارادہ قادیان جانے کا ہے لیکن ان کے جانے کے بعد ان کے ضامنوں کو بلاوجہ تکلیف ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ میرے اردگرد اگر لوہے کی دیواریں بھی ہوں تو وہ بھی مجھے راستہ دیں گی۔ میں انشاء اللہ چلا جاؤں گا مگر اس طرح دھوکہ سے کسی کو ضمانت میں پھنسا کر نہیں جانا چاہتا۔

سید احمد نور صاحب کے یقین کی وجہ دراصل یہ تھی کہ وہ جب قادیان سے روانہ ہونے والے تھے تو انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ وہ قادیان سے باہر نہیں جانا چاہتے تو حضورؑ نے ان کو فرمایا تھا کہ اس وقت تم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ چلے جاؤ۔ تم بعد میں واپس قادیان آجاؤ گے۔

علی خیل میں سید احمد نور صاحب کے بھائی سید صاحب نور بھی ان کو ملنے آئے انہیں سید احمد نور نے کہا کہ تم پہاڑوں میں سے ہو کر انگریزی علاقہ میں چلے جاؤ۔ میں بعد میں آجاؤں گا مجھے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

سید احمد نور صاحب کی نظر بندی ایسی تھی کہ انہیں ایک کمرہ رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔ ہتھکڑی وغیرہ نہیں لگائی گئی تھی۔ ایک روز وہ اپنے کمرے سے باہر نکلے۔ چھاؤنی میں ایک جگہ نماز پڑھی۔ وہاں ایک فوجی جرنیل آیا۔ اس نے سید احمد نور کو پہچان لیا اور ان سے چھاؤنی میں آنے کی وجہ دریافت کی سید احمد نور نے کہا کہ میں یہاں نظر بند ہوں سردار عطا محمد خان نے مجھے یہاں روکا ہوا ہے۔ اس پر اس جرنیل نے خفگی کا اظہار کیا کہ تمہارے جیسے نیک آدمی کو نظر بند رکھنا بہت بری بات ہے۔ دونوں نے چھاؤنی کی ایک (بیت الذکر) میں نماز پڑھی۔ جرنیل نے سید احمد نور کو تحفۃً چائے وغیرہ دی اور پھر وہ چلا گیا۔

سید احمد نور صاحب عصر کے وقت چھاؤنی علی خیل سے نکلے اور شام کو اپنے گھر پہنچ گئے گھر والے ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ کس طرح نظر بندی سے نکل آیا۔

سید احمد نور نے رشتہ داروں سے مشورہ کیا تو سب نے خوشی سے قادیان جانے کی اجازت دے دی۔ یہ طے پایا کہ اسی رات کو نکل چلیں تا کہ حاکم کی طرف سے روک پیدا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ رات کو بارہ بجے کے قریب روانہ

ہوئے۔ اس وقت بعض آدمی باہر کام میں مصروف تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا اور نمبردار کو اطلاع کر دی۔ گاؤں کے لوگ مسلح ہو کر نکل آئے اور ان کو جانے سے روک دیا اور کہا کہ جب اس کی خبر حکومت کو ملے گی تو ہم سب گرفتار کر لئے جائیں گے۔ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔

سید احمد نور صاحب نے ان سے کہا کہ تم نے حاکم کو رپورٹ کرنی تھی سو وہ تم کر چکے ہو۔ اب ہمارے نکلنے سے تم پر کیا الزام آئے گا۔ میں تو اس ملک میں واپس نہیں آؤں گا سید احمد نور نے گاؤں والوں سے کہا کہ میرے باپ نے تمہیں دین سکھایا اور میں نے بھی تمہاری ضرورت پڑنے پر ہر طرح مدد کی اب اگر تمہارے رپورٹ کرنے پر حکومت حضرت شہید مرحوم کی طرح مجھے بھی مار دے گی تو تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ کافی دیر بحث ہوتی رہی لیکن وہ لوگ نہ مانے اور روکنے پر اصرار کرتے رہے۔ اسی حالت میں سید احمد نور صاحب کو کشف ہوا وہ بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے دیکھا زمین مجھے کہتی ہے کہ تم جاؤ۔ اگر تم کہو تو ان میں سے ایک ایک آدمی کو پکڑ لوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا گھر، زمین، ساز و سامان اور مال مویشی سب ایک طرف کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔ پھر سب کچھ غائب ہو گیا اور محض اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ گئی۔ جب یہ حالت دور ہوئی تو دیکھا کہ گاؤں والے کھڑے ہیں۔ میں نے ان کو پختہ یقین اور دھڑلے سے کہا کہ اب ہم ضرور جائیں گے ہمیں کوئی نہیں روک سکے گا۔ میری بات کا ان لوگوں پر بہت اثر ہوا اور نمبردار میرے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ بے شک تم لوگ چلے جاؤ مگر ہمارے خلاف بددعا نہ کرنا۔ میں نے ان سے کہا کہ اب میں تمہیں اس شرط پر معاف کروں گا کہ تم سب مسلح ہو کر ہمارے ساتھ چلو اور اپنی حفاظت میں ہمیں سرحد پار کروا دو۔ اس پر گاؤں والے بندوقیں لے کر ہمارے ساتھ چلے اور ہمیں افغانستان کی سرحد سے گزار دیا۔ وہاں ہم نے ان کو رخصت کر دیا۔

(قلمی مسودہ صفحہ ۵ تا ۱۰۔ شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۱ تا ۲۳)

انگریزی عملداری میں داخلہ اور قادیان کو روانگی

انگریزی علاقہ میں آ کر سید احمد نور نے قیام کیا، آگ جلائی اور رات گزارنے کا اہتمام کیا۔ وہ خود تو جاگتے رہے لیکن ان کے بھائی سید صاحب نور صاحب سو گئے۔ آنکھ کھلنے پر انہوں نے بتایا کہ خواب میں انہوں نے یہ الفاظ سنے ہیں ''وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا''۔ سید احمد نور صاحب نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی خواب ہے۔

صبح آگے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ان لوگوں کے ساتھ تھوڑا سا ضرورت کا سامان بستر وغیرہ ہی تھے باقی تمام اثاثہ اور سامان پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا جہاں کا نمبردار سید احمد نور کو جانتا تھا۔ اس نے اپنے پاس عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ یہاں سے آگے روانہ ہوئے پاڑہ چنار پہنچے جہاں انگریزوں کی چھاؤنی تھی۔ یہاں پر ایک ہندو سید احمد نور کا دوست تھا اس کے پاس قریباً ایک ماہ ٹھہرے۔

سید احمد نور کے پاس تمام ہمراہیوں کے لئے ریل کے کرایہ کی رقم نہیں تھی اس لئے قادیان تک پیدل سفر کا ارادہ تھا۔ ڈاک کا پتہ بھی معلوم نہ تھا اسلئے قادیان خط نہ لکھ سکے۔

لاہور میں وہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے واقف تھے ان کے نام خط لکھا کہ میں اہل و عیال سمیت پاڑہ چنار پہنچ گیا ہوں۔ اس وقت سفر خرچ کے لئے رقم نہیں ہے روپیہ کا انتظام ہونے پر قادیان پہنچوں گا۔ جب یہ خط ڈاکٹر صاحب کو ملا تو انہوں نے فوراً بذریعہ تار اسّی (۸۰) روپے بھجوا دیے

رقم ملنے پر سید احمد نور صاحب پاڑہ چنار سے روانہ ہوئے اور ۸ر نومبر ۱۹۰۳ء کو مع اہل وعیال قادیان پہنچ گئے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تمام حالات حضور کی خدمت میں عرض کئے۔ حضرت شہید مرحوم کے بال اور کچھ لباس کا ٹکڑا جو وہ ساتھ لائے تھے حضور کو دیے ان بالوں میں سے اس وقت بھی خوشبو آتی تھی۔

(قلمی مسودہ صفحہ ۱۰، ۱۱۔ شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۲، ۲۳۔ تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۶)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی روایت ہے کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کے بعد ان کا کوئی مریدان کے کچھ بال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان لایا۔ آپ نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اور اس کے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سربمہر کر دیا اور اس میں تاگہ باندھ کر اسے اپنے بیت الدعا کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا اور یہ سارا عمل حضور نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے ہیں۔ یہ بال بیت الدعا میں اس غرض سے لٹکائے ہونگے کہ دعا کی تحریک ہوتی رہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بوتل کئی سال تک بیت الدعا میں لٹکی رہی لیکن اب ایک عرصہ سے نظر نہیں آئی۔ (سیرت المہدی حصہ سوم روایت ۳۶۸)

آپ کے تابوت کا سیدگاہ لایا جانا اور تدفین

جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی شہادت کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا تو ان کے ایک ممتاز شاگرد مُلّا میرواُن کا تابوت کابل سے سیدگاہ لے آئے اور وہاں دفن کر کے نامعلوم سی قبر بنادی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد خان عجب خان صاحب آف زیدہ ضلع پشاور کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سیدگاہ والوں کو پیغام بھجوایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی قبر اچھی طرح بنائی جائے۔ انہوں نے کچھ مالی مدد بھی کی۔ چنانچہ آپ کے معتقدین نے ایک بڑی پختہ قبر تعمیر کروادی۔

جب یہ بات مشہور ہوئی تو دور دراز سے لوگ زیارت کے لئے آنے لگے اور چڑھاوے چڑھنے لگے اس کی رپورٹ حکومت کابل کو کی گئی تو سردار نصراللہ خان نے گورنر سمتِ جنوبی سردار محمد اکبر خان غاصی کو حکم بھجوایا کہ صاحبزادہ صاحب کا تابوت وہاں سے نکلوالیا جائے۔ چنانچہ گورنر نے سرکاری آدمی بھجوا کر رات کو تابوت نکلوالیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے خفیہ طور پر کسی اور جگہ دفن کر دیا گیا اور بعض بتاتے ہیں کہ اسے دریا میں پھینک دیا گیا۔

مُلّا میرو صاحب کو جو کابل سے تابوت لے کر آئے یہ سزا دی گئی کہ ان کا چہرہ سیاہ کر کے اور گدھے پر بٹھا کر تمام گاؤں میں پھرایا گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کی قبر کو شرک کا ذریعہ بننے سے روک دیا۔

(شہید مرحوم کے چشمدید واقعات صفحہ ۴۵)

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

''شاہزادہ عبداللطیف کیلئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی۔ اب ظالم کا پاداش باقی ہے...... افسوس کہ یہ امیر زیر آیت ''مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا'' داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے

میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۰ مطبوعہ لندن)

''شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں سے ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ وہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے اور جس قوتِ ایمان اور انتہا درجہ کے صدق و صفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کیلئے دین کو کھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ خدا کے سلسلہ میں بھی داخل ہو کر ان کی دنیاداری کم نہیں ہوتی۔

لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں۔

خدا سب کو وہ ایمان سکھادے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہوں گے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۷۔۵۸۔ مطبوعہ لندن)

''جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے۔ اس سے خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں''۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۵۔۷۶ مطبوعہ لندن)

''مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کا نمونہ دیکھ لو کہ کس صبر اور استقلال سے انہوں نے جان دی ہے۔ ایک شخص کو بار بار جان جانے کا خوف دلایا جاتا ہے اور اس سے بچنے کی امید دلائی جاتی ہے کہ اگر تو اپنے اعتقاد سے بظاہر توبہ کر دے تو تیری جان نہ لی جاوے گی مگر انہوں نے موت کو قبول کیا اور حق سے روگردانی پسند نہ کی۔ اب دیکھو اور سوچو کہ اسے کیا کیا تسلی اور اطمینان خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہوگا کہ وہ اس طرح پر دنیا و مافیہا پر دیدہ دانستہ لات مارتا ہے اور موت کو اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ ذرا بھی توبہ کرتے تو خدا جانے کیا کچھ اس کی عزت کرنی تھی۔ مگر انہوں نے خدا کے لئے تمام عزتوں کو خاک میں ملایا اور جان دینی قبول کی۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آخر دم تک اور سنگساری کے آخری لمحہ تک ان کو مہلت توبہ کی دی جاتی ہے اور وہ خوب جانتے تھے کہ میرے بیوی بچے ہیں، لاکھ ہا روپے کی جائداد ہے، دوست یار بھی ہیں۔ ان تمام نظاروں کو پیشِ چشم رکھ کر اس آخری موت کی گھڑی میں بھی جان کی پروانہ کی۔

آخر ایک سرور اور لذت کی ہوا ان کے دل پر چلتی تھی جس کے سامنے یہ تمام فراق کے نظارے ہیچ تھے۔ اگر ان کو جبراً قتل کر دیا جاتا اور جان کے بچانے کا موقعہ نہ دیا جاتا تو اور

بات تھی...... مگران کو بار بار موقعہ دیا گیا باوجود اس مہلت ملنے کے پھر موت اختیار کرنی بڑے ایمان کو چاہتی ہے"۔

(البدر یکم دسمبر ۱۹۰۳ء)

"وہ ایک اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں...... عبداللطیف صاحب مقید تھے زنجیریں ان کے ہاتھ پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں، مقابلہ کرنے کی ان کو قوت نہ تھی اور بار بار جان بچانے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔ یہ اس قسم کی شہادت واقع ہوئی ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں ملنی محال ہے۔ عام معمولی زندگی کا چھوڑنا محال ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ ان کی زندگی ایک تنعم کی زندگی تھی۔ مال، دولت، جاہ وثروت سب کچھ موجود تھا۔ اور اگر وہ امیر کا کہنا مان لیتے تو ان کی عزت اور بڑھ جاتی۔ مگر انہوں نے ان سب پر لات مار کر اور دیدہ دانستہ بال بچوں کو کچل کر موت کو قبول کیا۔ انہوں نے بڑا تعجب انگیز نمونہ دکھلایا ہے۔ اور اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہیئے۔ جماعت کو چاہیئے کہ اس کتاب (تذکرۃ الشہادتین) کو بار بار پڑھیں اور فکر کریں اور دعا کریں کہ ایسا ہی ایمان حاصل ہو"۔ (البدر ۸ر جنوری ۱۹۰۴ء)

"ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جب تک وہ بزدلی کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہر مصیبت ومشکل کے اٹھانے کے لئے تیار نہ رہے گی وہ صالحین میں داخل نہیں ہو سکتی......

صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا۔ دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا۔ اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا۔ عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا۔ اگرچہ اس کو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اٹھایا۔ اس کو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہے گا مگر اس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروا نہیں کی۔ ان کو ہیچ سمجھا۔ یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا بلکہ دین کو مقدم کیا جس کا اس نے خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے جو اور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں ۲۳ برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی۔ وہاں صاف لکھا ہے شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ کیا اس وقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ ۲۳ یا ۲۴ سال بعد عبدالرحمٰن اور عبداللطیف افغانستان سے آئیں گے اور پھر وہاں جا کر شہید ہوں گے...... یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اور اپنے وقت پر آکر یہ نشان پورا ہو گیا۔

اس سے پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف شہید کا شاگرد تھا، سابق امیر نے قتل کرا دیا محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا۔ اور اب اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا۔ یہ عظیم الشان نشان جماعت کے لئے ہے۔" (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۴ء)

”ہمارے دو معزز دوست کابل میں شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے وہاں کوئی بغاوت نہیں کی، خون نہیں کیا اور کوئی سنگین جرم نہیں کیا۔ صرف یہ کہا کہ جہاد حرام ہے...... وہ نہایت نیک، راستباز اور خاموش تھے۔ مولوی عبداللطیف صاحب تو بہت ہی کم گو تھے مگر کسی خود غرض نے جا کر امیر کابل کو کہہ دیا اور انہیں ان کے خلاف بھڑکایا کہ یہ شخص جہاد کا مخالف ہے اور آپ کے عقائد کا مخالف ہے۔ اس پر وہ ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اس امر پر غور کر کے کہ وہ کیا گناہ تھا جس کے بدلے میں وہ قتل کئے گئے بے اختیار ہر شخص کو کہنا پڑے گا کہ یہ سخت ظلم ہے جو آسمان کے نیچے ہوا ہے“۔

(الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۷ء)

شہادت کا ذکر جماعتی اخبارات میں

حضرت نالہ نمی دانم کہ چون است
ہمیں بینم کہ عنوانش بہ خون است

معزز ناظرین الحکم اس خونی خبر کے سننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے جو ہم ان کو سوگوار اور معاً امید افزا دل کے ساتھ سناتے ہیں۔

اگرچہ یہ خبر ایک عرصہ سے اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن ہم نے مزید تحقیقات اور تصدیق کے خیال سے اس وقت تک خاموشی اختیار کی اور اب جبکہ پورے طور پر اس خبر کی تصدیق ہو چکی ہے۔ ہم اس کی اشاعت کی جرأت کرتے ہیں۔

عالی جناب اخوندزادہ مولانا مولوی عبداللطیف صاحب، رئیس اعظم خوست شیخ اجل افغانستان اور سر آمدہ علماء کابل کے نام سے ہمارے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔ مولوی صاحب موصوف اپنے علم و فضل تقویٰ و طہارت، ورع اور خدا ترسی کیلئے کابل اور اس کے نواح میں ایک مشہور و معروف عالم تھے۔ یہاں تک کہ دربار کابل میں آپ کی جو عزت اور عظمت تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن کے مرض الموت میں وہ حاضر تھے اور موجودہ امیر صاحب کے سر پر تاج شاہی رکھتے وقت حاضر۔ غرض اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے فرمانروا کی نظر میں ہر طرح سے عزت اور خصوصیت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت عطا فرمائی اور صدق دل اور پوری ارادت و نیاز مندی کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی عزت بخشی............ آپ حضرت امام الملۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر بھی ہوئے۔ دارالامان میں وہ ایک مدت تک رہے اور حضرت اقدس کی پاک تعلیم سے مستفید ہوئے...... آخر آپ دارالامان سے ایک پاک جوش اور عقیدت کے ساتھ اپنے وطن مالوف کو تشریف لے گئے اور دربار کابل کے سربرآوردہ اور ذمہ دار حکام اور آفیسرز کو انہوں نے وہ پاک اور راحت بخش پیغام پہنچایا جو زمینی نہیں بلکہ آسمانی تھا۔ اس پیغام میں چونکہ وہ شہزادۂ امن (مہدی) کی دعوت اور (اشاعت حق) پر مشتمل تھا مولوی صاحب موصوف نے اپنے ملک میں جہاد کی حرمت کے فتویٰ کی بھی اپنی تقریروں کے ذریعہ اشاعت کی۔ کیونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار و علامات میں سے یہ بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَضَعُ الْحَرْب کے پاک الفاظ میں بیان کی۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شہادت کے متعلق ایک عظیم الشان رسالہ تذکرۃ الشہادتین کے نام سے لکھا ہے“۔ (الحکم ۲۴ر نومبر ۱۹۰۳ء)

(ختم شد)

داخلہ معلمین کلاس وقف جدید

امسال معلمین وقف جدید کی کلاس ستمبر سے جاری ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جو نوجوان خدمت دین کا جذبہ رکھتے ہیں وہ بطور معلم وقف جدید اپنی زندگی وقف کریں اور اپنی درخواستیں درج ذیل کوائف کے ساتھ مقامی جماعت کے صدر صاحب کی تصدیق سے ناظم ارشاد وقف جدید کو ارسال فرماویں۔

۱۔ نام ۲۔ ولدیت ۳۔ سکونت ۴۔ تاریخ بیعت

شرائط داخلہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

1- تعلیم کم از کم میٹرک C گریڈ ہو
2- عمر بیس سال سے زائد نہ ہو
3- قرآن مجید ناظرہ تلفظ کے ساتھ جانتے ہوں
4- بنیادی دینی معلومات سے واقفیت ہو

داخلہ کے لئے تحریری امتحان اور انٹرویو بھی ہوگا جس کی تاریخوں کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی

مجلس عرفان

سوال: ایک غیراز جماعت دوست کا سوال پیش ہوا کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اللہ کے سوا ہر دوسری چیز کی قسم کھانے سے منع کیا ہے لیکن خود ہی ایک شعر میں فرمایا ہے۔

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

جواب: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ کے سوا کسی غیر کی قسم نہیں کھانی چاہیے کیونکہ اللہ **عالم الغیب والشہادہ** ہے۔ اس جگہ آپ نے بتوں اور فرضی خداؤں کی بات کی ہے اور فرمایا ہے کہ ہر غیر اللہ چونکہ علم کامل نہیں رکھتا اس لئے اس کو اپنی کسی بات کی شہادت کے طور پر نہیں پیش کرنا چاہیے۔

قرآن فرماتا ہے کہ دیگر متفرق لغو قسموں پر اللہ مؤاخذہ نہیں کرے گا۔ لیکن محاورۃً قسم کھانا یہ روزمرہ کے استعمال کی بات ہے۔ صحیح مسلم کتاب الایمان میں ایک حدیث آتی ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے سوال کیا کہ کیا کوئی اور بھی نماز ہے۔ آپؐ نے فرمایا اور کوئی نہیں سوائے نوافل کے اگر کوئی چاہے۔ پھر فرمایا رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اس نے سوال کیا کہ کیا کوئی اور بھی روزے فرض ہیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں سوائے نفلی روزوں کے۔ پھر فرمایا زکوٰۃ دو۔ اس نے سوال کیا کہ کیا اور کوئی بھی زکوۃ فرض ہے۔ آپؐ نے فرمایا اور کوئی نہیں سوائے صدقات کے اگر کوئی چاہے۔ اس کے بعد وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا گیا اور کہتا جاتا تھا کہ خدا کی قسم نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ اس پر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ شخص کامیاب ہو گیا اس کے باپ کی قسم اگر وہ سچا ہے اور اس پر قائم رہے تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

یہ مثال ان قسموں کی ہے جو محاورے کی ذیل میں آتی ہیں۔ یہ لغو قسموں میں سے نہیں ہو سکتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہرگز نہیں ہو سکتی کہ آپ کوئی لغو کام کریں۔ اس قسم کی جو قسمیں عادتاً کھائی جاتی ہیں اللہ ان سے درگزر فرماتا ہے لیکن اگر کوئی شخص اراداۃً کوئی فائدہ اٹھانے کے لئے قسم کھائے تو اس کا مؤاخذہ ہو گا۔

محاورۃً قسموں میں سب سے اچھی مثال حضرت بانی سلسلہ کی یہ قسم ہے جس میں آپ نے پیارے نبی کے چہرے کی قسم کھائی ہے۔ یہاں گواہی کے معنی صداقت کے درجۂ کمال کے ہیں کہ وہ چہرہ سچا ہے۔ یہ چہرہ اتنا پیارا ہے اس کا

عاشق ہوجانا بے اختیاری کی بات ہے۔ اسی قسم کا مضمون حضرت بانی سلسلہ نے یوں بھی بیان فرمایا ہے کہ

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہان محمدؐ

کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل چاہتے ہو تو آپؐ کے عاشق ہو جاؤ کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے۔

حضورؒ نے فرمایا: اس لئے اس قسم کا ان قسموں سے کوئی تعلق نہیں جن کی اجازت نہیں ہے۔

حضورؒ نے حضرتِ مسیح موعودؑ کا وہ اقتباس بیان فرمایا جو اعتراض کا موجب بنا ہے۔ اور فرمایا کہ یہاں پر حضرت بانی سلسلہ نے جو قسم کھانا جائز ہے اس کی شرائط بیان کی ہیں۔ اگر یہ شرائط نہ ہوں تو چاہے قسم لغو ہو یا محاورۃً ہو اس کا اس قسم کی قسموں سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ خدا کی تمام کتب میں انسان کے لئے یہ تعلیم ہے کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے۔ یہاں پر غیر اللہ سے فرضی خدا اور بت وغیرہ مراد ہیں۔

سوال: سکاٹ لینڈ سے ایک غیر از جماعت صاحب نے سوال کیا کہ انسانی ارتقاء اور نظریہ ارتقاء پر روشنی ڈالیں۔

جواب: حضوررحمہ اللہ نے فرمایا: یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ یہاں کی مختصر محفل میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے بعض خطبات مثلاً ماریشس یونیورسٹی میں اس موضوع پر خطاب کیا گیا تھا وہ سن لیں۔

اس خطاب کے نوٹس گر جانے کی وجہ سے ان کی ترتیب منتشر ہوگئی تھی اس لئے میں اس ترتیب سے تو بات بیان نہ کر سکا تھا جو میں چاہتا تھا۔ مگر حاضرین کو میری بات سمجھ آ گئی تھی۔ اور اس تقریب کے شرکاء میں سے یونیورسٹی کے چانسلر اور وزیر تعلیم نے جو دونوں ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، کہا کہ انہیں اس مضمون سے بڑی دلچسپی پیدا ہوئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ دوسری جگہ بھی سوال و جواب کی مجالس میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاہم میں اس وقت اس سوال کا مختصر جواب دیتا ہوں۔

قرآن کریم سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی کو طبقہ بہ طبقہ اور درجہ بدرجہ پیدا کیا ہے اور آگے بڑھایا ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت ہے کہ تم اگر نفس واحدہ کی پیدائش کو سمجھنا چاہو تو ماں کے پیٹ میں دیکھو کہ ہم نے کیسی کیسی شکلیں عطا کی ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ جو سائنس دان زندگی کے ارتقاء کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کم و بیش ان تمام مراحل سے گزرتا ہے جن سے زندگی گزری ہے۔ ان گنت سال پہلے جب زندگی کا آغاز ہوا تھا تو اس کی مثال جنین کی پہلی حالت کے مشابہ ہوتی ہے۔ پھر وہ عمل تیزی سے دہرایا جاتا ہے۔ ارب سال کا زمانہ نو ماہ میں تیزی سے دُہرایا جاتا ہے اور پھر اچانک بچہ دنیا میں آتا ہے کہ وہ سمیعاً بصیراً ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیات ہیں جن میں زندگی کے طبقہ بہ طبقہ پیدا ہونے اور زندگی سے پہلے ماضی کی حالتوں کی طرف بھی لوٹنے کا ذکر ہے۔ یعنی ارتقاء معکوس کا

بھی ذکر ہے۔

حضور رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی سورہ التین کا ذکر کرتے ہوئے ارتقاء کے مختلف پہلوؤں کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں جو تین کا ذکر ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام کے سیلاب کی طرف اشارہ ہے۔ زیتون سے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے اور البلد الامین سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن اور وطن کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں مذہب کے ارتقائی حالات کی طرف اشارہ ہے۔ پہلے تین پھر زیتون اور پھر البلد الامین کے زمانے میں آ کر تعلیم درجہ کمال کو پہنچ گئی۔ پھر فرمایا کہ ہم نے انسان کو بنایا۔ اس سے پہلے روحانی مدارج میں ترقی سے پہلے انسان کو اس کے تقویمی دور سے گذار کر اس قابل بنا چکے ہیں کہ وہ روحانی مضامین کو سمجھ سکے۔ پھر اللہ نے احسن تقویم فرمایا کہ مختلف مدارج سے گزار کر ہم نے انسان کو ترقی دے کر وہاں پہنچایا کہ مذہب کو سمجھ سکے۔ پھر اسفل سافلین کا ذکر کر کے فرمایا۔ کہ ہم نے انسان کو اس کے ادنیٰ ترین درجوں کی طرف لوٹا دیا۔ اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ روحانی معنی تو یقیناً ہوتے ہیں۔ کہ جو لوگ اس قابل ہیں کہ خدا کے پیغام کو سمجھ سکیں وہ جب خدائی پیغام کو رد کرتے ہیں تو اشرف المخلوقات سے گر کر ارذل المخلوقات ہو جاتے ہیں اور اسفل سافلین میں جا گرتے ہیں جہاں ان کی حالت ادنیٰ حیوانوں سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

اگر اس سورۃ کو جسمانی لحاظ سے بھی اطلاق کر لیں تو اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ وہ زندگی میں بعض حالتوں میں تنزل اختیار کرتے ہوئے ادنیٰ ترین حالتوں میں لوٹیں۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی تک سائنس نے ایسی تحقیق نہیں کہ اس کیفیت کے شواہد سامنے آ سکیں لیکن روحانی کیفیت کا مضمون تو واضح ہے۔

قرآن نے پھر یہ فرمایا کہ ارتقاء جاری ہے اور سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال بجا لائے۔ ان کے لئے جزاء کا غیر منقطع سلسلہ جاری ہے۔

قرآن کریم کی اس چھوٹی سی سورۃ نے زندگی کے ارتقائی مدارج اور ترقی کا ذکر فرما دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ تم ایک مقام پر نہیں ٹھہر سکتے اگر چاہو گے تو واپسی بھی ہو سکتی ہے۔ اور ترقیات بھی لامحدود ہو سکتی ہیں۔

حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر سوال کرنے والے تھوڑا انتظار کریں تو میری ایک کتاب عنقریب آنے والی ہے یہ یورپ میں دیا جانے والا میرا ایک لیکچر تھا اس کے ایک باب میں یہ بحث اٹھائی گئی ہے یہ مختصر بحث ہے لیکن قرآن کریم کی مختلف آیات کے حوالے سے ارتقاء کو واضح کیا گیا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ کتاب چھپے گی تو ان صاحب کو بھجوادی جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس موضوع پر اس وقت مختصر بات کرنے کی کوشش کی ہے ناواقف لوگ شاید ساری بات نہ سمجھ سکیں۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ایک بار جامعہ احمدیہ میں اس موضوع پر ایک سلسلہ خطابات کا شروع کیا تھا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ کا خطاب ہوتا تھا۔ کئی خطاب ہوئے مگر یہ سلسلہ پھر بھی تشنہ رہا۔

(روزنامہ الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۹۹ء صفحہ ۳۔ ملاقات ۲۲ مارچ ۹۴ء)

سوال: ایک دوست نے کہا کہ ایک دہریہ نے سوال کیا

ہے کہ بدی اور نیکی دونوں خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ خدا نیکی کو تو پسند کرتا ہے لیکن بدی کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ ناانصافی کیوں؟

جواب: یہ سوال بڑا دلچسپ ہے۔ لیکن یہ سوال تب پیدا ہوتا ہے جب یہ کہا جائے کہ جو چیز بھی پیدا ہوتی ہے اسے خدا ضرور پسند کرے۔ انسان بھی تو اپنی چیزوں سے ایک جیسا سلوک نہیں کرتا۔ مثلاً اپنے بچے کو چومتا اور اسے پیار کرتا ہے۔ روزانہ فضلہ بھی نکالتا ہے لیکن اس کے ساتھ اور سلوک کرتا ہے۔ تو اپنے لئے اور پیمانہ رکھنا اور خدا کے لئے اور پیمانہ تجویز کرنا، یہ درست اور جائز بات نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب آپ کسی چیز کو برا کہتے ہیں تو اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ بری ہے۔ اس کے اندر ناپسندیدگی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ بری چیز کو برا سمجھنا اور اچھی چیز کو اچھا سمجھنا ناانصافی نہیں۔ ناانصافی تو یہ ہے کہ ناپسندیدہ اور پسندیدہ دونوں سے برابر کا سلوک کیا جائے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ خدا نے جو چیز جس مقصد کے لئے اور جن معنوں میں پیدا کی ہے، اگر آپ اس کو سمجھ لیں تو اس قسم کے بہت سے سوال خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مثبت چیزیں پیدا کی ہیں۔ ان کے منفی نتائج کا نام بدی ہے۔ خدا نے جھوٹ پیدا نہیں کیا، بلکہ سچ پیدا کیا ہے۔ جھوٹ دراصل نام ہے سچ کے فقدان کا۔ خدا نے رحم پیدا کیا ہے اور رحم کے نہ ہونے کا نام ظلم و ستم ہے۔ اسی لئے آپ خدا کا نام ظالم کہیں نہیں دیکھیں گے۔ رحمٰن دیکھیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ اچھی چیزیں پیدا کرتا ہے۔ ان کے نہ ہونے کا نام بدی ہے۔ اس لئے ان معنوں میں یہ کہنا ہی غلط ہے کہ خدا نے بدیاں پیدا کی ہیں۔ خدا نے کوئی بدی پیدا نہیں کی۔ غیر مذاہب کے کسی خیالی خدا نے بدی پیدا کی ہو تو کی ہو، لیکن جس خدا کا تصور قرآن کریم پیش کرتا ہے اس نے بہر حال کوئی بدی پیدا نہیں کی۔ قرآن کریم سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ (دین حق) کے پیش کردہ خدا نے کسی جگہ بدی کی تخلیق کا ذکر نہیں فرمایا۔

دوسری بات وہی ہے جو میں نے ابھی بیان کی ہے کہ اگر بدی بھی پیدا کی ہے اور نیکی بھی پیدا کی ہے تو ان دونوں کے درمیان برابری کا نام ناانصافی ہے۔ ایک بری چیز کو ایک اچھی چیز کے برابر سمجھنا ناانصافی ہے بری کو برا اور اچھی کو اچھا کہنا ناانصافی نہیں۔ اس لئے کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ خدا نے جس طرح کسی چیز کو پیدا کیا اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا۔

سوال: ایک دوست نے عرض کی کہ ہمارے ہاں وقت کی پابندی نہیں کی جاتی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: فرمایا کہ وجہ معلوم کر کے آپ نے کیا کرنا ہے؟ بری بات ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ وجوہات تو اس کی بہت ہیں۔ مثلاً ہمارا معاشرہ، ہمارا قومی پس منظر۔ لمبا عرصہ غلامی میں رہنا وغیرہ کئی فیکٹرز یا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے قومی عادات بگڑ جاتی ہیں۔ اس لئے آپ وجوہات کو چھوڑ دیں۔ اصل اور سیدھی بات یہ ہے کہ وقت کی پابندی ہونی چاہیے۔

قرآن کریم نے نماز کو موقوت قرار دیا۔ یعنی اس کے

اوقات مقرر کر دیئے گئے ہیں کہ وقت پر ادا کی جائے۔ نماز کے بعض اوقات ایسے ہیں جن میں نسبتاً زیادہ گنجائش رکھی گئی ہے اور بعض میں گنجائش کم رکھی گئی ہے۔

پس جو وقت کسی چیز یا کام کے لئے مقرر ہے وہ بہر حال اس کے اندر ہونا چاہیے، ورنہ انسان کئی چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ہر چیز کی ایک اجل مقرر ہے۔ جس کو انسان نہ آگے کر سکتا ہے اور نہ پیچھے۔ خدا نے اتنا Sharp (معین) وقت بھی مقرر کیا ہے۔

الغرض وقت کی تعیین مختلف حالات میں مختلف ہوتی ہے اور یہ وقت مقرر کرنے والے پر منحصر ہے۔ جلسہ کا وقت مقرر کرتے وقت آپ ڈھیل بھی دے سکتے ہیں کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک پہنچ جائیں اور اس وقت کو آپ کم بھی کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے وقت مقرر کئے ہیں۔ ایک ایسا وقت ہے جس میں ایک لمحے کا بھی فرق نہیں ہو سکتا اور ایک وہ وقت ہے جس میں ڈھیل دی گی ہے۔ مثلاً نماز کے اوقات ہیں کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک پڑھ لو۔

بہر حال قرآن کریم میں وقت کے مختلف پیمانے بیان ہوئے ہیں۔ کوئی ایک معین پیمانہ بیان نہیں ہوا۔ ایسے اوقات بھی ہیں جن کی کھلی ڈھیل ہے۔ ایسے دن بھی ہیں جو پچاس پچاس ہزار سال کے ہیں۔ لیکن یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ایک ایسا معین وقت بھی ہے جو لمحے سے بھی کم عرصہ میں گزر جائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۹/اکتوبر ۱۹۹۹ء)

سوال: کلام الٰہی میں وضو کے متعلق بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے لیکن اس کے مقابلے پہ نماز کی تفاصیل جو ہیں ان کا ذکر کم ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ ٹھیک ہے کہ اس کی تفصیل کہ کس طرح پڑھنی ہے یہ بیان نہیں فرمائی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ کلام الٰہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماڈل بنایا اور نماز روزمرہ کی ایسی چیز تھی جو صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی اور یہ بنیادی ذکر کر کے کہ کس طرح کرنا ہے آپ نے ماڈل دے دیا۔ وضو جو ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہر ایک کے سامنے ماڈل نہیں تھے۔ کیونکہ وضو علیحدگی میں کیا جاتا ہے شاذ کے طور پر سامنے آتا ہے اور جہاں یہ خطرہ تھا کہ وضو کے متعلق بے احتیاطیاں ہو جائیں گی اور تمام تقاضے پورے نہیں ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ نے کھول دیا ہے اس لئے وہاں کوئی خطرہ نہیں پیدا ہوا باوجود تفصیل نہ ہونے کے سب کو تفصیل سے پیغام مل گیا ہے۔ وضو پر کلام الٰہی زور نہ دیتا تو بہت زیادہ مشکلات پیدا ہوتیں ابھی بھی لوگ بے احتیاطیاں کر جاتے ہیں اس لئے کہ وضو ایک اور بارڈر لائن پر ہے۔

انسانی فطرت کی وجہ سے ایک خطرہ لاحق ہوتا ہے اور جو خطرے کی چیز ہو اس میں انسان زیادہ بے احتیاطی کر جاتا ہے۔ اکثر عورتوں میں ہم نے یہ رجحان دیکھا ہے کہ تیمّم کیا اور بیٹھ کے نماز پڑھ لی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کلام الٰہی فطرت کی کتاب ہے۔ (الفضل ۱۴۔ اپریل ۹۸ء)

OOO

غزل

احمد فراز

سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
سو اُس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے ربط ہے اس کو خراب حالوں سے
سو اپنے آپ کو برباد کر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے درد کی گاہک ہے چشم ناز اُس کی
سو ہم بھی اس کی گلی سے گزر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اس کو بھی ہے شعروشاعری سے شغف
سو ہم بھی معجزے اپنے ہنر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے رات اسے چاند تکتا رہتا ہے
ستارے بامِ فلک سے اتر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے دن کو اسے تتلیاں ستاتی ہیں
سنا ہے رات کو جگنو ٹھہر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے حشر ہیں اس کی غزال سی آنکھیں
سنا ہے اس کو ہرن دشت بھر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے رات سے بڑھ کر ہیں کاکلیں اس کی
سنا ہے شام کو سائے گزر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اُسکی سیاہ چشمگی قیامت ہے
سو اُس کو سرمہ فروش آہ بھر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اس کے لبوں سے گلاب جلتے ہیں
سو ہم بہار پہ الزام دھر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے آئنہ تمثال ہے جبیں اس کی
جو سادہ دل ہیں اسے بن سنور کے دیکھتے ہیں

سنا ہے جب سے حمائل ہیں اس کی گردن میں
مزاج اور ہی لعل و گہر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے چشم تصور سے دشت امکاں میں
پلنگ زاویے اس کی کمر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اس کے بدن کی تراش ایسی ہے
کہ پھول اپنی قبائیں کتر کے دیکھتے ہیں

وہ سرو قد ہے مگر بے گلِ مراد نہیں
کہ اس شجر پہ شگوفے ثمر کے دیکھتے ہیں

بس اک نگاہ سے لٹتا ہے قافلہ دل کا
سو رہروانِ تمنا بھی ڈر کے دیکھتے ہیں

سنا ہے اس کے شبستاں سے متصل ہے بہشت
مکیں اُدھر کے بھی جلوے اِدھر کے دیکھتے ہیں

رکے تو گردشیں اس کا طواف کرتی ہیں
چلے تو اس کو زمانے ٹھہر کے دیکھتے ہیں

کہانیاں ہی سہی سب مبالغے ہی سہی
اگر وہ خواب ہے تعبیر کر کے دیکھتے ہیں

اب اس کے شہر میں ٹھہریں کہ کوچ کر جائیں
فراز آؤ ستارے سفر کے دیکھتے ہیں

حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ

(مکرم اعزاز احمد زبیر صاحب ۔ بشیر آباد سندھ)

جنگ اُحد میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی حفاظت کے لئے بے دریغ اپنی جانیں جان آفرین کے سپرد کر دیں اور اس قدر بے خوفی سے لڑے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ انہی میں ایک عاشق رسول حضرت سعد بن الربیعؓ تھے جن کے جسم پر لڑتے ہوئے تلوار کی 12 سے زیادہ شدید ضربیں آئیں اور وہ شہید ہوئے۔ جنگ کے ختم ہونے کے بعد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ سعد بن الربیع کا کیا حال ہے؟ آیا وہ زندہ ہیں یا شہادت کا درجہ پا لیا ہے۔ کیونکہ میں نے جنگ کے دوران اُس جواں مرد کو دشمن کے نیزوں میں گھرے ہوئے پایا تھا نہ جانے کس حال میں ہوگا! ابی بن کعب کو حکم ہوتا ہے کہ خبر لاؤ۔ جب میدان میں کعبؓ اپنی عمیق نظر سے مشاہدہ کرتے ہیں تو وہاں پر لاشوں کی کثرت سے کسی کی پہچان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر حیلہ آزما لیا۔ کبھی اُن کا نام لیا جا رہا ہے تو کبھی قسم دی جا رہی ہے۔ حتی کہ جب مایوسی کا دامن بھیگ جاتا ہے تو خیال گزرتا ہے کہ عاشق رسول کا اسم مبارک لیا جائے۔ شاید کوئی راہ نکل آئے جب بلند آواز سے یہ منادی کی کہ سعد بن ربیع کہاں ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف بھیجا ہے۔ اس آواز نے سعد کے نیم مردہ جسم میں ایک بجلی کی لہر دوڑا دی اور انہوں نے چونک کر مگر نہایت دھیمی آواز میں جواب دیا ''کون ہے؟ میں یہاں ہوں'' ابی بن کعبؓ نے غور سے دیکھا تو تھوڑے فاصلہ پر مقتولین کے ایک ڈھیر میں سے سعد کو پایا اس وقت نزع کی حالت میں جان توڑ رہے تھے۔ ابی بن کعب نے اُن سے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بھیجا ہے کہ میں تمہاری حالت سے آپ کو اطلاع دوں۔ سعد نے جواب دیا کہ رسول اللہ سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ خدا کے رسولوں کو جوان کے متبعین کی قربانی اور اخلاص کی وجہ سے ثواب ملا کرتا ہے خدا آپ کو وہ ثواب سارے نبیوں سے بڑھ چڑھ کر عطا فرمائے اور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے اور میرے بھائی مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچانا اور میری قوم سے کہنا کہ اگر تم میں زندگی کا دم ہوتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا یہ کہہ کر سعد نے جان دے دی۔

(اصابة فی تمییز الصحابة الجزء الثالث صفحه ۴۹، ۵۰)

مؤاخات انصار و مہاجرین

جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے بعد مؤاخات کا نظام قائم فرمایا تو اُس وقت حضرت

عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حضرت سعد بن الربیعؓ کا بھائی بنایا۔
حضرت سعد نے اپنا سارا مال و متاع نصف کر کے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے رکھ دیا اور جوش محبت میں یہاں تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں۔ میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں اور پھر اس کی عدت گزرنے پر تم اس ساتھ شادی کر لینا۔ یہ سعدؓ کی طرف سے جوش محبت کا ایک بے اختیار اظہار تھا ورنہ وہ اور عبدالرحمٰنؓ دونوں جانتے تھے کہ ایسا نہیں ہوسکتا چنانچہ عبدالرحمٰنؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دعا کرتے ہوئے کہا کہ خدا یہ سب کچھ تمہیں مبارک کرے مجھے بازار کا راستہ بتادو۔

(طبقات الکبیر فی البدر یین القسم الاوّل صفحہ ۸۸۔ ۸۹)

دنیا میں جنت کا راستہ بنانا

آپ چونکہ رئیس کے بیٹے تھے تعلیم کا خاص اہتمام ہوا تھا۔ کتابت اسی زمانہ میں سیکھی تھی۔ نبی کریمؐ کی بے انتہا رأفت اور شفقت کے طفیل تمام صحابہ پر آپ کا اثر تھا۔ آپ کی صاحبزادی ام سعد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئیں تو انہوں نے کپڑا بچھا دیا حضرت عمرؓ نے کہا یہ کون ہیں فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔ پوچھا وہ کیوں؟ اے خلیفۂ رسول۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ سعد بن الربیعؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنت کا راستہ پالیا تھا اور ہم تم یہیں باقی رہ گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

❀ ❀ ❀

داخلہ جامعہ احمدیہ

۱۔ اس سال ایف اے/ ایف ایس سی اور میٹرک کا امتحان دینے والے ایسے طلباء جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہیں وہ نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ داخلے کے لئے ابھی سے اپنی درخواست والد/ سرپرست کی تصدیق کے ساتھ اور مقامی جماعت کے امیر صاحب/ صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال کریں تاکہ داخلہ کے انٹرویو سے پہلے ضروری دفتری کارروائی مکمل کی جاسکے۔ درخواست میں نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، مکمل پتہ، فرسٹ ائیر (گیارھویں)/ جماعت نہم میں حاصل کردہ نمبر اور واقفین نو حوالہ وقف نو بھی درج کریں۔ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ (حاصل کردہ نمبر/گریڈ) کی اطلاع دیں۔ داخلہ کے لئے انٹرویو اگست میں ہوگا۔ معین تاریخ کا اعلان روزنامہ الفضل میں کردیا جائے گا۔

امیدوار کا میٹرک میں کم از کم B گریڈ ہونا ضروری ہے۔ میٹرک پاس امیدوار کے لئے عمر کی حد 17 سال اور ایف اے/ ایف ایس سی پاس کے لئے عمر کی حد 19 سال ہے۔

۲۔ قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔ انگریزی اور عربی کے معیار کو بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ جماعتی کتب خصوصاً سیرت النبیؐ، سیرت حضرت مسیح موعودؑ، مختصر تاریخ احمدیت، کامیابی کی راہیں، دینی معلومات شائع کردہ خدام الاحمدیہ نیز روزنامہ الفضل اور جماعتی رسالہ جات کا مطالعہ کرتے رہیں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

رُودادِ سفر

(مرسلہ: مکرم وقار احمد صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک سفر کی ایمان افروز سرگذشت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دلچسپ سفر کی ایمان افروز سرگزشت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''میں جب ۱۹۶۵ء میں پہلی دفعہ سیلون آیا تھا (اس وقت تک اس ملک کا نام سری لنکا نہیں رکھا گیا تھا) تو مجھے اس کا ایک دلچسپ تجربہ ہوا۔ چنانچہ میں جس ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سیلون پہنچا اس کو کولمبو کے قریب طوفان کا سامنا ہوا اور وہ طوفان اتنا خطرناک تھا کہ جہاز کا عملہ بھی خوفزدہ ہوگیا۔ طوفان کی وجہ سے موسم بہت زیادہ خراب ہوگیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ سارے جہاز والوں نے شور مچا دیا۔ کوئی چیخیں مار رہا تھا اور کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور میں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت تک مجھے علم نہیں تھا کہ میرے ساتھ دوسری سیٹ پر کون بیٹھا ہوا ہے۔ لیکن جب ہم اس طوفان میں سے گزر گئے اور سکون ہوگیا اور کولمبو ائیر پورٹ پر بخیریت اترنے لگے تو میرے ساتھی نے مجھ سے انگریزی میں پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ میں نے مختصراً تعارف کروایا کہ میں (۔) ہوں اور جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتا ہوں اور پاکستان سے آرہا ہوں۔ اس پر اس نے مجھ سے کہا کہ آپ تو (۔) نہیں لگتے کیونکہ جہاز میں اور بھی (۔) مسافر سفر کر رہے ہیں اور خوف سے ان سب کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ لیکن آپ تھے کہ بڑے آرام سے بیٹھے رہے۔ آخر آپ نے کیوں شور نہیں مچایا اور واویلا نہیں کیا۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ میں (۔) صرف خیالی نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے (۔) ہوں اور ایک زندہ خدا کے وجود کا قائل ہوں اور ہمارے نزدیک موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی مگر ایک عارضی چیز ہے جس کے بعد ہمیشہ کی زندگی ہے۔

یہاں رہیں یا وہاں رہیں خدا کے پاس ہی جانا ہے۔ خدا دونوں جگہ ساتھ ہے بلکہ دوسری زندگی بہت بہتر ہے اس لئے میرے لئے ڈرنے کا کوئی سوال نہیں تھا۔

اس بات کا اس کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا اور اس نے سمجھا کہ کوئی تو ایسا آدمی ملا جو خدا پر اس طرح اٹل یقین رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں سیلون کے محکمہ ہاؤسنگ اور سوشل ویلفیئر کا ڈپٹی منسٹر ہوں اور کینڈی کا رہنے والا ہوں۔ اس نے اصرار کیا کہ میں کینڈی میں اس کے گھر ضرور ایک ہفتہ کے لئے مہمان ٹھہروں۔

ایک عجیب حسن اتفاق خدا تعالیٰ کی غیبی مدد

اب عجیب اتفاق یہ ہے کہ جب میں پاکستان سے چلا تھا تو مجھے لوگوں نے بتایا تھا کہ کینڈی سیلون کی سب سے خوبصورت جگہ ہے وہاں ضرور جانا لیکن فارن ایکسچینج کی ان دنوں بہت دقت تھی۔ مجھے گورنمنٹ نے سیلون آنے کے لئے صرف دس ڈالر دئے تھے اور جو پاکستانی روپیہ تھا وہ میں

نے پہلے ہی Declare کر دیا تھا اور امیگریشن والوں نے وہیں رکھوالیا تھا۔ اب دس ڈالر میں تو کینڈی جانے کا خرچ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے اس سیلونی ڈپٹی منسٹر سے کوئی ذکر نہیں کیا تھا لیکن اس نے مجھے دعوت دی کہ کینڈی آئیں اور ہمارے گھر مہمان ٹھہریں تو میں تو پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔ میں نے اس کی دعوت کو فوراً قبول کر لیا۔ میرا آدھا مسئلہ تو حل ہوگیا لیکن اب سوال تھا کہ میں سیلون کے اندر داخل کس طرح ہوں اور رہوں کہاں۔

جب میں کولمبو ائرپورٹ پر اترا تو پتہ یہ چلا کہ امیگریشن والوں کے قانون بڑے سخت ہیں اور جس کے پاس زیادہ ڈالر نہ ہوں اس کو داخل نہیں ہونے دیتے۔ چنانچہ امیگریشن والے مجھے کہنے لگے تم تو اندر جا ہی نہیں سکتے۔ B.O.A.C کا جو اگلا جہاز کراچی جا رہا ہے اس میں ہم تمہیں واپس بھجوا رہے ہیں۔ جب کہ ادھر خدا نے مجھے کینڈی کی دعوت بھی دلوادی تھی۔ میں حیران کھڑا تھا۔ کہ اب میں کس طرح سیلون میں داخل ہونگا۔ وہ ڈپٹی منسٹر صاحب بے چارے، بہت شریف آدمی تھے انہوں نے بڑی مدد کی اور کلیرنس کے لئے بڑی کوشش کی لیکن اجنبی آدمی کے لئے ظاہر ہے وہ ذاتی طور پر خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے امیگریشن والوں کو بہت سمجھایا لیکن کوئی ان کی بات مان نہیں رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک سبق دینا تھا۔ اتنے میں اچانک لاؤڈ سپیکر سے اعلان ہوا کہ کوئی شخص مرزا طاہر احمد کا انتظار کر رہا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان کا نام مسٹر رابرٹ تھا جنہوں نے اعلان کروایا تھا۔ میں ان کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ان کا کولمبو میں Animal Feed بنانے کا کارخانہ ہے۔ وہ سنگالیز عیسائی تھے اور بہت امیر آدمی تھے۔ بہر حال اعلان یہ ہوا کہ کوئی مرزا طاہر احمد یہاں ہے تو فوری مجھ سے رابطہ کرے۔ وہ آدمی بھی سن رہا تھا جو مجھ سے بحث کر رہا تھا کہ تمہیں واپس جانا پڑے گا۔

اس نے اشارہ کر کے اس کو بلایا اور کہا کہ یہ مرزا طاہر احمد کھڑا ہے۔ اس نے کہا آپ کے لئے میں نے ہوٹل میں انتظام کروادیا ہے آپ تشریف لائیں۔ امیگریشن والے آدمی نے کہا کہ میں تو اس کو اندر جانے ہی نہیں دے رہا کیونکہ اس کے پاس پیسے نہیں ہے۔ اس نے کہا پیسے کیوں نہیں میں ذمہ دار ہوں۔ ابھی مجھ سے دستخط کرواؤ اور فوراً اندر جانے دو۔ چنانچہ اس نے مسٹر رابرٹ کی تصدیق لی اور میرے سیلون میں داخل ہونے کا فوراً انتظام ہوگیا۔ اور میں حیران تھا کہ یہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔ میں نے کبھی مسٹر رابرٹ کا نام بھی نہیں سنا تھا میں نے کہا کہ کہیں غلطی تو نہیں لگ گئی لیکن اتنے یقین سے اس نے کہا کہ میں اسی کی موٹر میں بیٹھ کر پھر ہوٹل پہنچ گیا۔

خدا کا خاص فضل اور ایک معجزانہ نشان

وہ ڈپٹی منسٹر صاحب بڑے حیران یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ یہ عجیب واقعہ ہے۔ ایک آدمی خدا پر یقین رکھتا ہے اور اچانک خدا اس کی اعجازی مدد بھی کر دیتا ہے۔ اس بات کا اس

کے دل پر مزید گہرا اثر پڑا۔ جب وہ مجھ سے جدا ہوئے تو ان کو واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ ماجرا کیسے ہوا اور ادھر میں بھی کم حیران نہیں تھا۔

بہر حال مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا ہے لیکن یہ اچوی سی دل کو لگ گئی تھی کہ کس طرح یہ فضل ہوا۔ آخر میں نے مسٹر رابرٹ سے پوچھا۔ میں نے کہا آپ بتائیں میں تو آپ کو جانتا تک نہیں آپ کو یہ کس طرح خیال آیا۔ انہوں نے جو واقعہ سنایا اس سے مسئلہ حل ہو گیا۔ لیکن اس میں بھی خدا کا خاص فضل اور ایک معجزانہ نشان شامل تھا۔

پاکستان سے جب میں چلا ہوں تو ہمارے ایک دوست شیخ عبدالحفیظ صاحب مرحوم کراچی میں ہڈیوں کا کاروبار کرتے تھے اور وہ ہڈی کا پوڈر سیلون بھی بھجواتے تھے۔ شیخ صاحب کے مسٹر رابرٹ کے ساتھ کاروباری مراسم تھے۔ جب میں کراچی سے چلنے لگا تو شیخ صاحب کو خیال آیا کہ شاید مجھے سیلون میں کوئی ضرورت پیش آ جائے انہوں نے اپنے دوست مسٹر رابرٹ کو تار دی کہ مرزا طاہر احمد فلاں فلائٹ سے سیلون آ رہا ہے اس سے مل لینا اور اگر اس کو کوئی ضرورت ہو تو اس سے پوچھ لینا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا اور اتوار کے دن ہفتہ وار چھٹی ہونے کی وجہ سے تاریں ڈلیور (Deliver) نہیں ہوتیں۔ یہ مجھے مسٹر رابرٹ نے بتایا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک تار والا نہ صرف واقف بلکہ میرا دوست بھی تھا اس نے تار وصول کر کے مجھے فون کیا کہ ایک تار آپ کو کل (Deliver) ہونی ہے لیکن میں فون پر آپ کو بتا دیتا ہوں کہ ایک شخص آ رہا ہے مرزا طاہر احمد کے نام سے اور وہ فلاں فلائٹ سے یہاں پہنچے گا۔ مسٹر رابرٹ کہتے ہیں جب میں نے یہ پیغام سنا تو فوراً اٹھ کر چل پڑا۔ میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ آپ نے اپنے رہنے کی جگہ بک نہیں کروائی ہو گی اس لئے میں نے ہوٹل میں آپ کی بکنگ بھی کروادی۔ چنانچہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے سیلون میں میرے داخل ہونے کا بھی انتظام فرما دیا اور رہنے کا بھی اور اس کو جب پتہ لگا کہ میں کینڈی جا رہا ہوں تو اس نے میرا خود ہی ٹکٹ لے کر بکنگ کروادی۔ اور اس طرح سارے انتظامات کسی شخص سے کچھ مانگے یا کہے بغیر اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیئے۔

توکل علی اللہ اور اس کا مرکزی نقطہ

اس سارے واقعہ کے پیچھے ایک چھوٹا سا راز ہے۔ جو میں بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ رہے گا۔ خدا آپ کو اپنی قدرت کے کرشمے بھی دکھائے گا اور جب آپ بدھوں میں تبلیغ کریں گے تو آپ کی غیر معمولی مدد بھی فرمائے گا لیکن خدا کچھ آپ سے بھی تقاضے کرتا ہے۔ ان کو پورا کرنا چاہیے اور پھر توکل کرنا چاہیے۔ جو واقعہ میں بیان کر رہا ہوں۔

اس کا جو اصل مرکزی نقطہ ہے، میں اب وہ بیان کرنا چاہتا ہو۔ میں جب پاکستان سے چلا تھا تو ظاہر ہے دس ڈالر سے تو میں سیلون نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میرے پاس تقریباً دو ہزار پاکستانی کرنسی تھی۔ مجھے بعض دوستوں نے جو

سیلون آچکے تھے انہوں نے بتایا تھا کہ آپ پاکستانی روپیہ لے جائیں وہاں آپ کو شہر میں داخل ہوتے ہی آفیشل ریٹ سے بھی زیادہ روپیہ لوگ دیں گے۔ (ان دنوں پاکستانی روپیہ یہاں کے مقابل پر بہت مہنگا تھا) تو آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ لیکن جب کراچی ایئر پورٹ پر امیگریشن والوں نے مجھے ایک فارم پُر کرنے کے لئے دیا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ کے پاس اپنے ملک کی کتنی کرنسی ہے۔ یہ فارم دراصل سیلون کی طرف سے تھا اور جہاز میں بھر کر وہاں ہوائی اڈے پر داخل کروانا تھا۔

اب میرے لئے دو باتیں تھیں یا میں جھوٹ بولتا اور چھپا لیتا اور کہتا کہ میں داخل ہو جاؤں گا یا یہ فیصلہ کرتا کہ جھوٹ نہیں بولنا۔ آگے اللہ کی مرضی ہے۔ سیلون میں نہیں داخل ہوتو نہ سہی۔ چنانچہ میں نے یہی موخر الذکر فیصلہ کیا اور میں نے فارم میں لکھ دیا کہ اتنے ہزار پاکستانی روپے میرے پاس موجود ہیں۔

جب میں نے فارم ایئر پورٹ پر دیا تو امیگریشن والوں نے اسی وقت پاکستانی کرنسی رکھوالی اور کہا کہ آپ کو تو اندر لے جانے کی اجازت نہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ لیکن چونکہ یہ یقینی طور پر خدا کی خاطر تھا اس لئے مجھے یقین تھا کہ اگر اللہ چاہے تو آگے سیلون کے اندر داخل کروانا اور ہر انتظام کرنا اسی کا کام ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسی حیرت انگیز مدد فرمائی جس کا میرا دماغ تصور بھی نہیں کر سکتا"۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۳ تا ۲۹ فروری ۱۹۹۶ء)

پاکیزہ معاشرہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"کسی کے عیب بیان کرنے سے پہلے اپنے عیبوں پر نظر ڈالو۔ اسی بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں فرمایا کہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

تو جب آپ اپنے عیب دیکھیں گے۔ جو بہت دل گردے کا کام ہے، بہت کم ہیں جو اپنے عیبوں پر اس طرح نظر رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اپنی بڑی سے بڑی برائی بھی نظر نہیں آتی اور اگر وہ نظر آجائے گی تو بڑی اور چھوٹی تمام برائیاں نظر آنا شروع ہو جائیں گی۔ اور دوسروں کی برائیاں کرنے سے پہلے ایسا شخص سوچے گا اور پھر نیک نیت ہو کر پہلے اپنی اصلاح کی کوشش کرے گا، پھر اپنے دوست کی اصلاح کی کوشش کرے گا تا کہ حسین اور پاک معاشرہ قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس کی توفیق دے کہ اپنے آپ پر نظر رکھیں"۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲۰ تا ۲۶ فروری ۲۰۰۴ء)

اپنے بچے کی مدد کریں

(مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب)

بچوں کی عمدہ تربیت کے فوائد فوری طور پر محسوس نہیں ہوتے بلکہ یہ ایک لمبے عرصہ پر پھیلا ہوا کام ہے۔ اس لئے والدین کو چاہیے کہ ان کی تربیت میں فوری فیصلہ کرنے کی بجائے اور آسان ترین راستہ اختیار کرنے کی بجائے بہترین راستے اختیار کیے جائیں۔

اس ضمن میں چند امور جو بعض بہترین اساتذہ کی تحقیق کے نتیجہ میں سامنے آئے ہیں درج ذیل ہیں۔

8...... **بہترین طلباء گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں:** سکول میں اساتذہ کا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جو طلباء سکول میں اچھے ہوں گے۔ وہ گھروں میں اپنے والدین کا مختلف کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ اس سے ان میں احساس ذمہ داری، اعتماد اور کام کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔

8...... **بچوں سے بہترین توقعات رکھیں:** بچوں سے ہمیشہ اچھی توقعات رکھیں اور انہیں بتائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

8...... **کام مخصوص طریق سے کریں:** ایک سرجن آپریشن تھیٹر میں جانے سے قبل ایک خاص وقت پر اٹھتا، ایک ہی راستہ سے ہسپتال جاتا، وہاں گاڑی ایک خاص جگہ پر کھڑی کر کے آپریشن تھیٹر میں اپنا لباس ایک خاص ترتیب سے بدلتا۔ پہلے دایاں ہاتھ دھوتا اور مریض کے پاس ایک خاص جگہ پر کھڑا ہوتا تھا۔

یہ وہم نہیں بلکہ اگر آپ اپنے کام کو باقاعدہ رسمی تقریب کی شکل دے دیں تو دماغ میں آنے والے کام کو زیادہ بہتر طور پر کر سکتا ہے۔ اس میں اگر کسی کام میں آپ بوریت محسوس کرتے ہوں جیسے بینک سٹیٹمنٹ پُر کرنی ہو تو اگر اس کے لئے ڈیسک صاف کر کے کیلکولیٹر ایک طرف رکھیں اور پنسلیں دوسری طرف اور باقاعدہ کام شروع کریں تو کام میں بوریت کم ہو جائے گی۔

8...... **چیلنج تلاش کریں:** چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی اگر آپ دلچسپی محسوس نہیں کرتے تو اس میں چیلنج تلاش کریں۔ اس طرح آپ کی صلاحیتیں پورے طور پر بیدار ہو جائیں گی۔ اور کام میں سہولت پیدا ہوگی۔ چھوٹے چھوٹے کاموں میں چیلنج مثلاً اپنے آپ کو ایک خاص وقت میں کام ختم کر دینے کا چیلنج دے کر تلاش کیا جا سکتا ہے۔

8...... **خود کلامی:** کام کے دوران توجہ پوری طرح مرکوز رکھنے کے لئے خود کلامی ایک اچھی چیز ہے۔ آپ اگر خود سے بولتے رہیں تو دماغ اسی کام پر مرکوز رہتا ہے۔ اور کام زیادہ سہولت سے اور عمدہ طور پر ہوتا ہے۔

8...... **مستقبل سے بے فکری:** کام کرتے وقت اس کے نتائج سے بے پرواہ ہو جائیں اور اس بارے میں کوئی وسوسہ نہ آنے دیں۔ اس طرح کام بہتر ہوتا ہے۔ اگر صرف اسی کام پر توجہ دی جائے جو اس وقت کیا جا رہا ہو۔

8...... **آرام:** کام کے دوران تھوڑی دیر کے لئے خود کو آرام دینے سے بعض دفعہ کام جلدی اور بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کبھی کبھار آرام سے کام روک کر پُرسکون ہو جائیں اور پھر دوبارہ کام شروع کریں۔ ایک خاص کام جب ختم کر لیں تو فوراً ہی دوسرا کام شروع نہ کریں بلکہ تھوڑا سا آرام کر لیں۔

(ریڈرز ڈائجسٹ جنوری ۹۶ سے ترجمہ)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

زرمبادلہ کمانے کا بہترین ذریعہ۔ کاروباری سیاحتی، بیرون ملک مقیم احمدی بھائیوں کے لئے ہاتھ کے بنے ہوئے قالین ساتھ لے جائیں۔

ڈیزائن

بخارا، اصفحان، شجر کار، ویجی ٹیبل ڈائز، کوکیشن افغانی وغیرہ

مقبول احمد خان آف شکرگڑھ

احمد مقبول کارپٹس

12۔ ٹیگور پارک نکلسن روڈ لاہور۔ عقب شوبرا ہوٹل

فون: 042-6306163-6368130 فیکس: 042-6368134

E-mail:muaazkhan786@hotmail.com

ربوہ میں پراپرٹی کی خریدوفروخت کا باعتماد ادارہ

الرحیم پراپرٹی سینٹر

مکانات، دوکانات، پلاٹوں کی خریدوفروخت کے لئے رابطہ فرمائیں

کالج روڈ بالمقابل جامعہ احمدیہ ربوہ

ربوہ: 215040-214691

فرانس: 033142527222

یوکے: 00441413397038

الکاسبُ حبیبُ اللّٰہِ

(مرسلہ: مہتمم صنعت وتجارت)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:-

''خدام الاحمدیہ کے مقاصد میں سے چار کے متعلق میں اس وقت تک توجہ دلا چکا ہوں اور آج پانچویں امر کے متعلق توجہ دلاتا ہوں اور وہ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہے۔ یہ معاملہ بظاہر چھوٹا سا نظر آتا ہے لیکن یہ اپنے اندر اتنے فوائد اور اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا اندازہ الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا دراصل دنیا کی اقتصادی حالت اور اخلاقی حالت اور اس کے نتیجہ میں مذہبی حالت جو ہے اس پر علاوہ دینی مسائل کے جو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں ان میں سے یہ مسئلہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اقتصادی اور اخلاقی حالت کی تباہی بہت کچھ مبنی ہے ان دو باتوں پر کہ دنیا میں بعض لوگ کام کرنا چاہتے ہیں اور ان کو کام ملتا نہیں اور بعض ایسے لوگ ہیں کہ انہیں کام کرنے کے مواقع میسر ہیں مگر وہ کام کرتے نہیں۔ یہ تمام آج کل کی لڑائیاں، یہ بالشوازم، یہ فیسی ازم کی تحریکیں، سوشلزم اور کیپٹلزم کے دنیا پر حملے۔ یہ سب درحقیقت اسی چھوٹے سے نقطہ کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں انسان ایسے ہیں جو چاہتے ہیں کہ کام کریں مگر انہیں کام میسر نہیں آتا اور لاکھوں کروڑوں انسان ایسے ہیں جو کام کرسکتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں مگر انہیں ملتا نہیں اس کی بنیاد بھی درحقیقت اس مسئلہ پر ہے کہ کچھ لوگ دنیا میں ایسے ہیں جو کام کرسکتے ہیں انہیں مواقع میسر ہیں مگر وہ کرتے نہیں یہ لوگ پھر آگے دو گروہوں میں تقسیم شدہ ہیں۔ ایک وہ جن کے پاس اتنی دولت ہے کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ باقی دنیا کو ہماری خدمت کرنی چاہیے اور ہم گویا ایک ایسا وجود ہیں جو دنیا سے خدمت لینے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ گروہ فطرتی طور پر اس ہتھیار کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے لوگوں سے زیادہ سے زیادہ خدمت لینے کے قابل کردے اور وہ دولت ہے۔ جب انسان یہ سمجھے کہ اس کی عزت اور امن و راحت کا انحصار دولت پر ہے تو وہ لازمی طور پر اپنی دولت کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک طبعی چیز ہے۔ ہم اس اصول کو غلط کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں دولت سے عزت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ اسے بڑھانے میں غلطی کرتا ہے۔ وہ اپنے نقطۂ نگاہ سے بالکل صحیح کرتا ہے۔ مومن یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ساری عزت خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ہے اور کیا ہم اسے روکیں گے کہ یہ تعلق نہ بڑھایا اگر وہ یہ کوشش کرے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ غیر طبعی فعل کرتا ہے۔ جب اس کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام عزتیں اور راحتیں خدا تعالیٰ سے تعلق کے ساتھ وابستہ ہیں تو وہ قدرتی طور پر کوشش کرے گا کہ اس تعلق کو بڑھائے۔ اسی طرح جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ساری عزت اور راحت و امن دولت میں ہے تو ضرور ہے کہ وہ دولت بڑھانے کی کوشش کرے گا اور اس کی اس کوشش پر ہم کوئی اعتراض نہیں کرسکتے کیونکہ یہ طبعی تقاضا ہے۔ ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کا یہ خیال غلط ہے کہ ساری عزت اور راحت دولت سے وابستہ ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ عقیدہ

رکھتے ہوئے دولت میں اضافہ کی کوشش کرنا غیر طبعی فعل ہے۔ جس طرح ہم اس شخص کو جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ عزت اور راحت تعلق باللہ میں ہے، اس سے باز نہیں رکھ سکتے کہ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھائے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انبیاء آئے ہیں جن کی زندگی کا دارومدار اور انحصار ہی تعلق باللہ پر ہوتا ہے اور پھر ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا اسی تعلیم پر یقین ہوتا ہے۔ لوگوں نے کس طرح کوششیں کیں کہ ان کو اس راستہ سے ہٹا دیں مگر کیا انہوں نے اس کو چھوڑا؟ ان کو طرح طرح کے عذاب دیئے گئے دُکھ پہنچائے گئے مگر انہوں نے اپنا راستہ نہ چھوڑا کیونکہ ان کا یہی عقیدہ تھا کہ تمام عزت اور راحت اسی سے ہے۔ اس طرح جس شخص کو یہ یقین ہو کہ اس کی ساری عزت و راحت دولت جمع کرنے میں ہے خواہ کتنی کوشش کی جائے وہ دولت جمع کرنا کبھی نہیں چھوڑے گا۔

دوسری طرف جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس میں دولت کمانے سے منع نہیں کیا گیا۔ قرآن کریم میں مومن اور خالص مومنوں کے لئے بعض احکام ہیں اور ان میں ڈھیروں ڈھیر مال کا ذکر ہے۔ چنانچہ حکم ہے کہ اگر کسی نے بیوی کو ڈھیروں ڈھیر مال بھی دیا ہو تب بھی یہ جائز نہیں کہ طلاق دیتے وقت اسے واپس لے اور ظاہر ہے کہ ڈھیروں ڈھیر مال کسی کے پاس ہوگا تو دے گا، نہیں تو کہاں سے دیگا۔ اگر دولت کمانا منع ہوتا تو ایسی مثالیں بھی قرآن کریم میں نہ ہوتیں۔ پھر قرآن کریم میں زکوٰۃ کا حکم ہے جو مال پر ہی دی جاتی ہے۔ پھر تقسیم ورثہ کا حکم ہے۔ اگر دولت کمانا جائز نہ ہوتا تو تقسیم ورثہ کا حکم ہی نہ ہوتا اور اسی طرح صدقہ خیرات کے حکم بھی قرآن کریم میں نہ ہوتے۔

(مشعل راہ ص ۱۳۰ و ۱۳۱ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

☆☆☆

تبرکات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام تبرکات کو تاریخی طور پر مستند قرار دینے کے لئے اعلان ہذا کے ذریعہ ایسے احباب جماعت جن کی تحویل میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی تبرک ہے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کی قائم فرمودہ تبرکات کمیٹی کو درج ذیل ایڈریس پر اطلاع بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ اطلاع آنے پر ان احباب کی خدمت میں ایک فارم بھجوایا جائے گا جسے پُر کر کے وہ کمیٹی کو واپس بھجوائیں گے۔ اس صورت میں کمیٹی ان تبرکات کا اندراج اپنے ریکارڈ میں محفوظ کر سکے گی۔

سیکرٹری تبرکات کمیٹی دفتر نظارت تعلیم
صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
فون: 00 92 4524 212473

نتیجہ مقابلہ بین العلاقہ

2002-2003

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

اوّل .... لاہور
دوم .... حیدر آباد
سوم .... گوجرانوالہ
چہارم .... راولپنڈی
پنجم .... کراچی
ششم .... فیصل آباد
ہفتم .... بہاولپور
ہشتم .... آزاد کشمیر
نہم .... سانگھڑ

دھیان چند

جسے ہاکی میں وہی مقام حاصل ہے جو کرکٹ میں سرڈان بریڈ مین کو

(مکرم قیصر محمود صاحب۔ دار العلوم جنوبی ربوہ)

دھیان سنگھ 29 اگست 1905ء کو الہ آباد میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ فوج میں صوبیدار تھا۔ اپنے خاندان کے بار بار نقل مکانی سے وہ اپنی تعلیم بھی مکمل نہ کرسکا۔ اگرچہ اسے بچپن میں کھیلوں سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی لیکن اس کے باوجود اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھجور کی شاخ کی ہاکی اور پرانے کپڑوں سے بنے گیند سے ہاکی کھیلا کرتا تھا۔

16 سال کی عمر میں فوج میں بھرتی کے بعد صوبیدار میجر تواری (Tiwari) نے محسوس کیا کہ وہ ہاکی کا اچھا کھلاڑی بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے دھیان چند کو ایک بڑا کھلاڑی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ فوج میں سارا دن سخت محنت کے بعد جب دھیان چند کے دوسرے ساتھی میٹھی نیند سو رہے ہوتے تو وہ ہاکی کھیلنے میں مصروف ہوتا۔ چاند کی روشنی میں ہاکی کی پریکٹس کرنے کی وجہ سے اس کے انگریز آفیسر اسے دھیان سنگھ کی بجائے دھیان چند کہنے لگے۔

اولمپکس

1925ء میں انڈین ہاکی فیڈریشن (IHF) کے قیام کے صرف تین سال بعد 1928ء کے ایمسٹرڈیم اولمپکس میں انڈین ہاکی ٹیم نے اپنی برتری تمام دنیا پر ثابت کردی۔ فائنل میں انڈین ہاکی ٹیم نے 50 ہزار سے زائد تماشائیوں سے بھرے اسٹیڈیم میں میزبان ہالینڈ کو 0-3 سے شکست دی۔ اس فائنل میچ میں دو گول دھیان چند نے کئے۔ یوں پہلی بار کسی ایشیائی ملک نے جدید اولمپکس میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔

1932ء کے لاس اینجلس اولمپکس میں دھیان چند نے ایک بار پھر اپنی ٹیم کو اولمپک چیمپیئن بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ امریکہ کے خلاف پول میچ میں انڈین ہاکی ٹیم نے 24 گول سکور کئے جن میں سے دھیان چند اور اس کے بھائی روپ سنگھ نے آٹھ آٹھ گول سکور کئے۔

1936ء کے میونخ اولمپکس میں انڈین ٹیم نے دھیان چند کی قیادت میں مسلسل تیسری بار گولڈ میڈل حاصل کیا۔ فائنل میں انڈیا نے 40 ہزار تماشائیوں اور ایڈولف ہٹلر کی موجودگی میں میزبان جرمنی کو ایک کے مقابلہ میں آٹھ گول سے شکست دی۔ انڈیا کی طرف سے چھ گول دھیان چند نے کئے۔ میچ کے بعد ہٹلر نے دھیان چند کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی اور اسے یہ پیشکش کی کہ اگر وہ انڈیا سے جرمنی آجائے تو اسے کرنل کے عہدہ پر ترقی دے دی جائے گی لیکن دھیان چند نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔

ریٹائرمنٹ

نہ صرف دھیان چند بلکہ اور بھی بے شمار کھلاڑیوں کی

بدقسمتی تھی کہ دوسری جنگ عظیم نے کھیلوں کے مختلف مقابلہ جات میں تعطل پیدا کر دیا۔ جس طرح آسٹریلوی بلے باز سرڈان بریڈمین کے بہترین دن اس جنگ کی نذر ہوئے اسی طرح ہاکی کا یہ عظیم کھلاڑی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُس نے مجبوراً دو اولمپکس مقابلہ جات سے محرومی کے بعد 1948ء میں ہاکی سے ریٹائرمنٹ لے لی۔

دھیان چند نے ریٹائرمنٹ کے بعد بھی بے شمار کھلاڑیوں کو تربیت دے کر ان کی انڈین ٹیم میں شمولیت ممکن بنائی۔ دھیان چند کا بیٹا اشوک کمار سنگھ 70ء کی دہائی میں انڈیا کی قومی ٹیم کے لئے کھیلا۔ 1975ء میں کوالالمپور میں ہونے والے ہاکی ورلڈکپ کے فائنل میں پاکستان کے خلاف اس نے اپنی ٹیم کے لئے فیصلہ کن گول اسکور کیا۔

اعزازات

دھیان چند نہ صرف انڈیا بلکہ تمام دنیا میں ''ہاکی کا جادوگر'' کہلاتا ہے۔ 1956ء میں انڈین گورنمنٹ نے اسے پدما بھوشان (Padma Bhushan) ایوارڈ سے نوازا۔ اس کی وفات کے بعد 1979ء میں انڈیا کی حکومت نے اس کا یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ دھیان چند کے کھیل کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ویانا سپورٹس کلب میں اس کا مجسمہ نصب ہے جس کے چار ہاتھ بنائے گئے ہیں اور ہر ہاتھ میں ایک ہاکی سٹک پکڑی ہوئی ہے۔ انڈیا میں قومی کھیلوں کا دن دھیان چند کی سالگرہ والے دن 29 اگست کو منایا جاتا ہے۔

خراج تحسین

1936ء کے برلن اولمپکس سے قبل انڈین ہاکی ٹیم نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کا دورہ کیا اس دورہ میں دھیان چند نے 200 سے زائد گول اسکور کئے جس پر سرڈان بریڈمین نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''دھیان چند رنز سکور کر رہا ہے یا گول''۔ ملکہ برطانیہ کا اس کے کھیل سے متاثر ہو کر یہ کہنا کہ ''دھیان چند اگر میری چھتری کو بھی ہاکی کے طور پر استعمال کرے تو وہ گول اسکور کرسکتا ہے۔'' اس کے اعلیٰ کھیل کا اعتراف ہے۔

برطانوی پریس سے Hockey Wizard اور Human eel جیسے خطاب حاصل کرنے کے بعد 1928ء کے اولمپکس میں انڈیا کے ہاتھوں ہالینڈ کی شکست پر ایک اخبار نے لکھا ''یہ ہاکی کا کھیل نہیں تھا بلکہ یہ تو ایک جادو تھا اور دھیان چند درحقیقت ہاکی کا جادوگر ہے۔''

جرمنی میں ایک نمائشی میچ میں ایک تماشائی نے اسے چلنے والی چھڑی (Walking Stick) دی اور اسے کہا کہ وہ اپنی ''جادو کی ہاکی'' مجھے دے دے۔ دھیان چند نے اس Walking Stick سے بھی چند گول اسکور کئے۔ دھیان چند کے متعلق لوگ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس کی ہاکی میں کوئی مقناطیس ہے جو گیند کو اپنے سے الگ نہیں ہونے دیتا۔ ہالینڈ کے ایک دورہ میں اس کی ہاکی کا معائنہ بھی کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کئی میچز میں اس کی ہاکی تبدیل بھی کروائی گئی لیکن اس کے کھیل پر کوئی اثر نہ پڑا۔

1956ء میں فوج سے ریٹائرمنٹ کے وقت میجر کے عہدہ پر فائز دھیان چند 3 دسمبر 1979ء کو انتقال کر گیا۔ لیکن آج بھی ہاکی کے تمام حلقہ جات میں اسے سب سے بلند مقام حاصل ہے۔

AAAAAAAAA

پڑیے گر بیمار

(مرسلہ: مکرم کاشف عمران صاحب۔ کراچی)

اس وقت مَیں اُس بے زبان طبقہ کی ترجمانی کرنا چاہتا ہوں جو اِس درمیانی کیفیت سے گزر رہا ہے جو موت اور زندگی دونوں سے زیادہ تکلیف دہ اور صبر آزما ہے۔ یعنی بیماری!

میں اس جسمانی تکلیف سے بالکل نہیں گھبراتا جو لازمۂ علالت ہے، اسپرین کی صرف ایک گولی یا مارفیا کا ایک انجکشن اس سے نجات دلانے کے لئے کافی ہے لیکن اس رُوحانی اذیت کا کوئی علاج نہیں جو عیادت کرنے والوں سے مسلسل پہنچتی رہتی ہے۔ ایک دائم المرض کی حیثیت سے جو اس دردِ لادوا کی لذت سے آشنا ہے، مَیں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مارفیا کے انجکشن مریض کے بجائے مزاج پُرسی کرنے والوں کو لگائے جائیں تو مریض کو بہت جلد سکون آ جائے۔

سنا ہے کہ شائستہ آدمی کی یہ پہچان ہے کہ اگر آپ اس سے کہیں کہ مجھے فلاں بیماری ہے تو وہ کوئی آزمودہ دَوا نہ بتائے۔ شائستگی کا یہ سخت معیار صحیح تسلیم کر لیا جائے تو ہمارے ملک میں سوائے ڈاکٹروں کے کوئی اللہ کا بندہ شائستہ کہلانے کا مستحق نہ نکلے۔ یقین نہ آئے تو جھوٹ موٹ کسی سے کہہ دیجئے کہ مجھے زکام ہو گیا ہے۔ پھر دیکھئے، کیسے کیسے مجرب نسخے، خاندانی چٹکلے اور فقیری ٹوٹکے آپ کو بتائے جاتے ہیں۔ مَیں آج تک یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اس کی اصل وجہ طبی معلومات کی زیادتی ہے یا مذاق سلیم کی کمی۔ بہر حال، بیمار کو مشورہ دینا ہر تندرست آدمی اپنا خوش گوار فرض سمجھتا ہے اور انصاف کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں ننانوے فی صد لوگ ایک دوسرے کو مشورے کے علاوہ اور دے بھی کیا سکتے ہیں؟

سرفہرست ان مزاج پرسی کرنے والوں کے نام ہیں جو مرض تشخیص کرتے ہیں نہ دوا تجویز کرتے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ منکسر مزاج ہیں۔ دراصل ان کا تعلق اس مدرسۂ فکر سے ہے جس کے نزدیک پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ یہ اس شکم آزاد عقیدے کے مبلغ و مؤید ہیں کہ کھانا جتنا پھیکا سیٹھا ہوگا، صحت کے لئے اتنا ہی مفید ہوگا۔ یہاں یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ ہمارے ملک میں دواؤں کے خواص دریافت کرنے کا بھی یہی معیار ہے۔

......طبِ قدیم میں ہر کڑوی چیز کو مصفیِ خون تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں انگریزی کھانے اور کڑوے قدحے اسی امید میں نوش جان کئے جاتے ہیں۔

اس قبیل کے ہمدردانِ صحت دو گروہوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ایک وہ غذا رسیدہ بزرگ جو کھانے سے علاج کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو علاج اور کھانے دونوں سے پرہیز تجویز فرماتے ہیں۔ پچھلی گرمیوں کا واقعہ ہے کہ میری بائیں آنکھ میں گوہانجنی نکلی تو ایک نیم جان جو خود کو پورا حکیم سمجھتے ہیں، چھوٹتے ہی بولے:۔

''فمِ معدہ پر ورم معلوم ہوتا ہے۔ دونوں وقت مونگ کی دال کھایئے۔ دافعِ نفخ و محللِ ورم ہے''۔

مَیں نے پوچھا آخر آپ کو میری ذات سے کون سی تکلیف پہنچی جو یہ مشورہ دے رہے ہیں؟

فرمایا کیا مطلب؟

عرض کیا ''دو چار دن مونگ کی دال کھالیتا ہوں تو اُردو شاعری سمجھ میں نہیں آتی اور طبیعت بے تحاشا تجارت کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اس صورت میں خدانخواستہ تندرست ہو بھی گیا تو جی کے کیا کروں گا؟

بولے ''آپ تجارت کو اتنا حقیر کیوں سمجھتے ہیں؟ انگریز ہندوستان میں داخل ہوا تو اُس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں ترازو تھی''۔

گزارش کی ''اور جب وہ گیا تو ایک ہاتھ میں یونین جیک تھا اور دوسری آستین خالی لٹک رہی تھی''۔

بات اُنہیں بہت بری لگی۔ اس لئے مجھے یقین ہو گیا کہ سچ تھی۔ اس کے بعد تعلقات اتنے کشیدہ ہو گئے کہ ہم نے ایک دوسرے کے لطیفوں پر ہنسنا چھوڑ دیا۔

ایک بزرگوار ہیں جن سے صرف دورانِ علالت میں ملاقات ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر ہوتی رہتی ہے۔ موصوف آتے ہی برس پڑتے ہیں اور گرجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ پچھلے ہفتے کا ذکر ہے۔ لہلہا کر بخار چڑھ رہا تھا کہ وہ آدھمکے۔ کپکپا کر کہنے لگے:۔

''بیماری آزاری میں بھی بڑی غیریّت برتتے ہو، برخوردار! دو گھنٹے سے ملیریا میں چپ چاپ مبتلا ہو اور مجھے خبر تک نہ کی''۔

بہتیرا جی چاہا کہ اِس دفعہ اُن سے پوچھ ہی لوں کہ ''قبلہٗ کونین! اگر آپ کو بروقت اطلاع کرا دیتا تو آپ میرے ملیریا کا کیا بگاڑ لیتے؟

ان کی زبان اس قینچی کی طرح ہے جو چلتی زیادہ ہے اور کاٹتی کم۔ ڈانٹنے کا انداز ایسا ہے جیسے کوئی کودن لڑکا زور زور سے پہاڑے یاد کر رہا ہو۔ مجھے اُن کی ڈانٹ پر ذرا غصہ نہیں آتا۔ کیونکہ اب اس کا مضمون از بر ہو گیا ہے۔

زکام انہیں نمونیہ کا پیش خیمہ دکھائی دیتا ہے اور خسرہ میں ٹائیفائیڈ کے آثار نظر آتے ہیں۔ ان کی عادت ہے کہ جہاں محض سیٹی سے کام چل سکتا ہے، وہاں بے دھڑک بگل بجا دیتے ہیں۔

لیکن مرزا عبدالودود بیگ کا انداز سب سے نرالا ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ انہیں میری دلجوئی مقصود ہوتی ہے یا اس میں ان کا فلسفہ حیات و ممات کا دخل ہے۔ بیماری کے فضائل ایسے دل نشین پیرائے میں بیان کرتے ہیں کہ صحت یاب ہونے کو دل نہیں چاہتا۔ تندرستی وبال معلوم ہوتی ہے اور غسلِ صحت میں وہ تمام قباحتیں نظر آتی ہیں۔ جن سے غالب کو فکر وصال میں دوچار ہونا پڑا

کہ گر نہ ہو تو کہاں جائیں، ہو تو کیوں کر ہو

ایک دن مَیں کان کے درد میں تڑپ رہا تھا کہ وہ آنکلے۔ اس افراتفری کے زمانے میں زندہ رہنے کے شدائد اور موت کے فیوض و برکات پر ایسی مؤثر تقریر کی کہ بے اختیار جی چاہا کہ انہی کے قدموں پر پھڑ پھڑا کر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دوں اور انشورنس کمپنی والوں کو روتا دھوتا چھوڑ جاؤں۔

پچھلے جاڑوں کا ذکر ہے۔ مَیں گرم پانی کی بوتل سے سینک کر رہا تھا کہ ایک بزرگ جو اسی سال کے پیٹے میں ہیں خیرو عافیت پوچھنے آئے اور دیر تک قبر و عاقبت کی باتیں کرتے رہے جو میرے تیمارداروں کو ذرا قبل از وقت معلوم ہوئیں۔ آتے ہی بہت سی دعائیں دیں، جن کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا مجھے ہزاری عمر دے تاکہ مَیں اپنے اور ان کے فرضی دشمنوں کی چھاتی پر روایتی مونگ دلنے کے لئے زندہ رہوں۔ اس کے بعد جانکنی اور فشارِ گور کا اس قدر مفصل حال بیان کیا کہ مجھے غریب خانے پر گورِ غریباں کا گمان ہونے لگا۔ عیادت میں عبادت کا ثواب لوٹ چکے تو میری جلتی ہوئی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا جس میں شفقت کم اور رعشہ زیادہ تھا اور اپنے بڑے بھائی کو (جن کا انتقال تین ماہ قبل اسی مرض میں ہوا تھا جس میں مَیں مبتلا تھا) یاد کر کے کچھ اس طرح آبدیدہ ہوئے کہ میری بھی ہچکی بندھ گئی۔ میرے لئے جو تین عدد سیب لائے تھے وہ کھا چکنے کے بعد جب انہیں قرار آیا تو وہ مشہور تعزیتی شعر پڑھا جس میں اُن غنچوں پر حسرت کا اظہار کیا گیا ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

لگے ہاتھوں، عیادت کرنے والوں کی ایک اور قسم کا تعارف کرادوں۔ یہ حضرات جدید طریق کار برتتے اور نفسیات کا ہر اصول داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ ہر پانچ منٹ بعد پوچھتے ہیں کہ افاقہ ہوا یا نہیں؟ گویا مریض سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ عالمِ نزع میں بھی اُن کی معلومات عامہ میں اضافہ کرنے کی غرض سے Runnig Commentry کرتا رہے گا۔

مکالمہ کا نمونہ ملاحظہ ہو:

ملاقاتی: ماشاءاللہ! آج منہ پر بڑی رونق ہے۔

مریض: جی ہاں! آج شیو نہیں کیا ہے۔

ملاقاتی: آواز میں بھی کرارا پن ہے۔

مریض کی بیوی: ڈاکٹر نے صبح سے ساگودانہ بھی بند کر دیا ہے۔

ملاقاتی: (اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر) بیگما! یہ صحت ہو جائیں تو ذرا انہیں میری پتھری دکھانا جو تم نے چار سال سے اسپرٹ کی بوتل میں رکھ چھوڑی ہے۔

(مریض سے مخاطب ہو کر) صاحب! یوں تو ہر مریض کو اپنی آنکھ کا تنکا بھی شہتیر معلوم ہوتا ہے۔ مگر یقین جانیے! آپ کا شگاف تو بس دو تین اُنگل لمبا ہے، میرا تو پورا ایک بالشت ہے۔ بالکل کنکھجورا معلوم ہوتا ہے۔

مریض: (کراہتے ہوئے) مگر میں ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہوں۔

ملاقاتی: (ایکا ایکی پینترا بدل کر) یہ سب آپ کا وہم ہے۔ آپ کو صرف ملیریا ہے۔

مریض: یہ پاس والی چارپائی جو اَب خالی پڑی ہے۔ اس کا مریض بھی اِسی وہم میں مبتلا تھا۔

ملاقاتی: ارے صاحب! مانئے تو! آپ بالکل ٹھیک ہیں۔ اُٹھ کر منہ ہاتھ دھوئیے۔

مریض کی بیوی: (روہانسی ہو کر) دو دفعہ دھو چکے ہیں۔ صورت ہی ایسی ہے۔

اس وقت ایک دیرینہ کرم فرما یاد آرہے ہیں جن کا طرز حیات ہی اور ہے۔ ایسا حلیہ بنا کر آتے ہیں کہ خود ان کی عیادت فرض ہو جاتی ہے۔ ''مزاج شریف!'' کو وہ رسمی فقرہ

نہیں، بلکہ سالانہ امتحان کا سوال سمجھتے ہیں اور سچ مچ اپنے مزاج کی جملہ تفصیلات بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک دن منہ کا مزہ بدلنے کی خاطر میں نے ''مزاج شریف!'' کے بجائے ''سب خیریت ہے؟'' سے پرسش احوال کی۔ پلٹ کر بولے ''اس جہان شریت میں خیریت کہاں؟'' اس مابعدالطبیعاتی تمہید کے بعد کراچی کے موسم کی خرابی کا ذکر آنکھوں میں آنسو بھر کر ایسے انداز سے کیا گویا ان پر سراسر ذاتی ظلم ہو رہا ہے اور اس کی تمام تر ذمہ داری میونسپل کارپوریشن پر عائد ہوتی ہے۔

بیمار پڑنے کے صدہا نقصانات ہیں۔ مگر ایک فائدہ بھی ہے، وہ یہ کہ اس بہانے اپنے بارے میں دوسروں کی رائے معلوم ہو جاتی ہے۔ بہت سی کڑوی کسیلی باتیں جو عام طور سے ہونٹوں پر لرز کر رہ جاتی ہیں، بیشمار دل آزار فقرے جو ''خوف فساد خلق'' سے حلق میں اٹک کر رہ جاتے ہیں، اس زمانے میں یار لوگ نصیحت کی آڑ میں...... بڑی بے تکلفی سے داغ دیتے ہیں۔ پچھلے سنیچر کی بات ہے۔ میری عقل داڑھ میں شدید درد تھا کہ ایک روٹھے ہوئے عزیز جن کے مکان پر حال ہی میں قرض کے روپیہ سے چھت پڑی تھی، لقا کبوتر کی مانند سینہ تانے آئے اور فرمانے لگے:۔

''ہیں آپ بھی ضدی آدمی! لاکھ سمجھایا کہ اپنا ذاتی مکان بنوا لیجئے مگر آپ کے کان پر جوں نہیں رینگتی''۔

طعنے کی کاٹ درد کی شدت پر غالب آئی اور میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ بھائی! میری عقل تو اس وقت کام نہیں کرتی۔ خدارا! آپ بتایئے، کیا یہ تکلیف صرف کرایہ داروں کو ہوتی ہے؟

ہنس کر فرمایا ''بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ کرائے کے مکان میں تندرستی کیوں کر ٹھیک رہ سکتی ہے''۔

کچھ دن بعد جب انہیں حضرت نے میرے گھٹنے کے درد کو بے دودھ کی چائے پینے کا شاخسانہ قرار دیا تو بے اختیار ان کا سر پیٹنے کو جی چاہا۔

ایک اور خیر خواہ نے اطلاع دی کہ زکام ایک زہریلے وائرس Virus سے ہوتا ہے جو کسی دوا سے نہیں مرتا۔ لہذا جوشاندہ پیجئے کہ انسان کے علاوہ کوئی جاندار اس کا ذائقہ چکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔

بقیہ روداد انہی کی زبان سے سنئے:۔

''اور جن کرم فرماؤں نے ازراہِ کسر نفسی دوائیں تجویز نہیں کیں۔ وہ حکیموں اور ڈاکٹروں کے نام اور پتے بتا کر اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو گئے۔ کسی نے اصرار کیا کہ آیورویدک علاج کراؤ۔ بڑی مشکل سے انہیں سمجھایا کہ میں طبعی موت مرنا چاہتا ہوں۔ کسی نے مشورہ دیا کہ حکیم نباضِ ملت سے رجوع کیجئے۔ نبض پر انگلی رکھتے ہی مریض کا شجرہ نسب بتا دیتے ہیں (اسی وجہ سے کراچی میں اُن کی طبابت ٹھپ ہے) قارورے پر نظر ڈالتے ہی مریض کی آمدنی کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ آواز اگر ساتھ دیتی تو میں ضرور عرض کرتا کہ ایسے کام کے آدمی کو تو انکم ٹیکس کے محکمہ میں ہونا چاہیے۔

غرض یہ کہ جتنے منہ اُن سے کہیں زیادہ باتیں!

(ماخوذ: ''چراغ تلے''۔ مصنفہ: مشتاق یوسفی)

❖❖❖

عطیہ خون

(مکرم ڈاکٹر نوید احمد صاحب)

خون زندگی کے لئے بہت ضروری ہے جو ہر ذی روح میں رواں دواں ہے۔ خون قدرت کا انمول خزانہ ہے، جو آپ کسی ضرورت مند کو دیں تو چند دن میں تازہ خون جسم میں دوبارہ بن جاتا ہے۔ اس لئے زندگی میں کئی بار خون دینے سے بھی آپ کے جسم میں اس کی کمی نہیں ہو پاتی۔

خون سرخ رنگ کا ایک سیال مادہ ہے جو ہر انسان کے جسم میں رواں دواں ہے۔ ایک صحت مند مرد کے جسم میں تقریباً ساڑھے پانچ سے چھ لیٹر خون ہوتا ہے جبکہ صحت مند عورت کے جسم میں ساڑھے چار سے پانچ لیٹر خون ہوتا ہے۔

خون دینے کے لئے مذہب، ذات پات یا جنس کی کوئی قید نہیں۔ اگر آپ کی عمر 18 سے 65 سال کے درمیان ہے، آپ کا وزن 55 کلو یا اس سے زیادہ ہے اور آپ کسی مہلک بیماری یا عادت میں مبتلا نہیں تو آپ خون دے سکتے ہیں۔

محفوظ خون سے مراد ایسا خون ہے جو ہر قسم کے وائرس، دیگر جراثیم، الکحل، ادویات اور دیگر خطرناک و موروثی بیماریوں سے پاک ہو۔ آپ ہر تین چار ماہ کے بعد خون دے سکتے ہیں۔ خون دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ اس نے پچھلے دو چار گھنٹوں میں کچھ کھایا پیا ہو۔

وہ لوگ خون نہیں دے سکتے جو ہپاٹائٹس بی، سی یا ایڈز میں مبتلا ہوں اس کے علاوہ جگر، گردے، دل کی بیماریوں، پھیپھڑوں کی شدید بیماری ٹی بی، کینسر یا شدید نفسیاتی بیماری کے حامل افراد بھی خون نہیں دے سکتے۔ منشیات کے عادی افراد یا جیل میں موجود قیدیوں کا خون بھی غیر محفوظ تصور کیا جاتا ہے۔

عطیہ خون یقیناً ایک قومی فریضہ ہے، جو آپ کو ادا کرنا ہے۔ آپ اگر اپنے آپ کو عطیہ خون کے لئے فٹ (Fit) محسوس کرتے ہیں تو کسی بھی ہسپتال یا بلڈ بنک میں جا کر خون دے سکتے ہیں۔

اچھے بلڈ بنک میں خون کو چیک کر کے خصوصاً ہپاٹائٹس بی، سی، ایڈز اور سفلس وغیرہ کے متعلق سارے ٹیسٹ کر کے جراثیم سے پاک خون مہیا کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بلڈ بنک میں ڈونر کا اچھی طرح معائنہ کیا جاتا ہے اور ڈونر کی ہسٹری بھی لی جاتی ہے۔ اس وقت ڈونر کو ڈاکٹر سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہیے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ ڈونر عطیہ خون دینے کے لئے ہر طرح اہل ہے۔

عطیہ خون کے فوائد

عطیہ خون کے بہت سارے فوائد بھی ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ ایک خوشگوار روحانی احساس ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ خون دینے کے چند دن کے اندر اندر تازہ خون بن جاتا ہے جو کہ ہر لحاظ سے صحت کے لئے بہتر ہے۔ تحقیق کرنے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ عطیہ خون دینے والے کو دل کے دورہ کا امکان بھی خاصا کم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ عطیہ خون دینے سے آپ کا اور آپ کے خون کا مفت چیک اپ ہو جاتا ہے اور بعض صورتوں میں بہت سارے پوشیدہ امراض جیسے کہ یرقان اور خون کی کمی وغیرہ سامنے آ جاتے ہیں جن کا آپ بروقت علاج کرا سکتے ہیں۔

عطیہ خون ایک مکمل محفوظ عمل ہے خون کی سب سے بڑی

ضرورت ان بیمار افراد کو ہے جن کی زندگی کا دارومدار صرف انتقال خون پر ہے جیسے کہ تھیلیسیمیا، ہیموفیلیا، خون کا کینسر اور دیگر بہت سی بیماریاں۔

عطیہ دیتے وقت ضروری احتیاط

خون کا عطیہ تو آپ کسی کے لئے بھی دے سکتے ہیں تاہم تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ قریبی رشتہ داروں کا خون لگوانا اتنا محفوظ نہیں جتنا پہلے سمجھا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قریبی فرد اگر کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہے تو وہ شرما شرمی کی وجہ سے خون دینے سے انکار نہ کر سکے گا جس کے نتیجہ میں وہ اپنی بیماری یا جراثیم مریض کو منتقل کرنے کا سبب بنے گا۔ اس کے علاوہ ایک بیماری جس کو TA-GVHD کہتے ہیں عموماً قریبی عزیزوں کا خون لگنے سے ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کا امکان بہت کم ہوتا ہے لیکن اگر یہ بیماری لگ جائے تو 90% موت کے امکان ہوتے ہیں۔ کوشش کی جانی چاہیے کہ میاں کا خون بیوی کو نہ لگے ورنہ آنے والے بچے کو ایک بیماری جسے HDN کہتے ہیں ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

مرکز عطیہ خون ربوہ

ربوہ میں خدام الاحمدیہ کے زیر انتظام "مرکز عطیہ خون" بڑی عمدگی سے کام کر رہا ہے۔ اب نیا ایڈوانس بلڈ بنک فضل عمر ہسپتال کے سامنے بن رہا ہے جو جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ اس میں بھی انشاء اللہ W.H.O کے معیار کے مطابق سارے کام ہوں گے۔ اس بلڈ بنک کا مقصد جراثیم اور بیماریوں سے پاک صاف خون مہیا کرنے کے علاوہ Products بھی بنانا ہے جیسے کہ Packed Cells اور FFP Platelets وغیرہ۔ اس طرح ہم تھیلیسیمیا، ہیموفیلیا اور خون کی دیگر بیماریوں کا علاج بھی کر سکیں گے۔

•••••••••••••

نتیجہ مقابلہ بین المجالس

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

2002-2003

اوّل .... لطیف آباد حیدر آباد
دوم .... ربوہ
سوم .... فیصل ٹاؤن لاہور
چہارم .... سمن آباد لاہور
پنجم .... راج گڑھ لاہور
ششم .... فیکٹری ایریا حیدر آباد
ہفتم .... گلشن پارک لاہور
ہشتم .... دارالذکر فیصل آباد
نہم .... ماڈل ٹاؤن لاہور
دہم .... میانوالی بنگلہ سیالکوٹ

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

2002-2003

اوّل .... سیالکوٹ
دوم .... لاہور
سوم .... لودھراں
چہارم .... میرپور آزاد کشمیر
پنجم .... قصور
ششم .... بہاولپور
ہفتم .... مٹھی
ہشتم .... جہلم
نہم .... سانگھڑ
دہم .... لاڑکانہ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات خریدنے کے
لئے تشریف لائیں
راجپوت جیولرز
جدید فینسی، مدراسی، اٹالین،
سنگاپوری ورائٹی دستیاب ہے
انٹرنیشنل معیار کے مطابق زیورات بغیر ٹانکے کے تیار
کئے جاتے ہیں
گول بازار ربوہ
فون:04524-213160
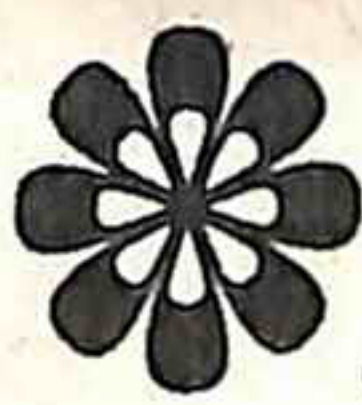
گوندل

حضور انور کی اہم تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

''افریقہ میں جو ہمارے ہسپتال ہیں ان میں ڈاکٹروں کی بہت ضرورت ہے۔ یہ بھی میں تحریک کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحبان کو کہ اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کریں اور کم از کم تین سال تو ضرور ہو۔ اور اگر اس سے اوپر جائیں ۶ سال یا ۹ سال تو اور بھی بہتر ہے۔ اسی طرح فضل عمر ہسپتال ربوہ کے لئے بھی ڈاکٹرز کی ضرورت ہے۔ تو ڈاکٹر صاحبان کو آج اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں عارضی وقف کی تحریک کرتا ہوں۔ اپنے آپ کو خدمت خلق کے اس کام میں جو جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے پیش کریں۔ اور یہ ایک ایسی خدمت ہے جس کے ساتھ دنیا تو آپ کما ہی لیں گے، دین کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اس کا اجر اللہ تعالیٰ آپ کی نسلوں تک کو دیتا چلا جائے گا۔ انشاء اللہ''

(خطاب جلسہ سالانہ برطانیہ جولائی 2003ء الفضل انٹرنیشنل 12 ستمبر 2003ء)

KHALID

C. Nagar

June 2004

Mansoor Ahmad Nooruddin

Regd. CPL # 75/CR